توحید کے آسان اسباق

التسديد لفهم التوحيد

ترتیب:

فضيلة الشيخ

عبدالله بن سليمان المهنا

ترجمہ:

سیف الرحمن حفظ الرحمن

جامعہ إسلامیہ مدینہ منورہ

١٤٤١هـ / ٢٠٢٠ء

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمه

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه...أما

بعد:

یہ کتاب، توحید سے متعلق مختصر دروس پر مشتمل ہے ، جنہیں میں نے چینل (نہر الجمان) کے فالووَرس کے لئے لکھا تھا، جو کہ واٹس ایپ کے ذریعہ توحید کی تعلیم دینے کے لئے بنایا گیاہے... بعض محترم حضرات نے یہ مشورہ دیا کہ اسے کتابی شکل میں تیار کیا جائے تاکہ دیرپا رہے اور اس کی نشر واشاعت آسان ہو سکے، اسی مطالبہ کو پورا کرتے ہوئے میں نے یہ کتاب ترتیب دی ہے، اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو اپنے وجہ کریم کے لئے خالص کرلے، ہر نیک کام کی توفیق اللہ ہی سے ملتی ہے۔

عبد الله بن سليمان آل مهنا

رياض

۱۴/۴/۱۴۴۱ھ

(۱)

تمہید

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..

مجھے خوشی ہورہی ہے کہ میں اس نئے علمی سلسلہ کا آغاز کررہاہوں جس کا عنوان ہے:(**توحید کے آسان اسباق**)۔

* اس کے اندر–ان شاءاللہ–میں چند ایسے امور کو واضح کروں گا جو توحید کے منافی ہیں یا توحید کے کمال واجب کے منافی ہیں۔

فإن الضد يظهر حسنه الضد وبضدها تتبين الأشياء

ترجمہ:ضد سے ہی کسی چیز کا حسن نمایاں ہوتا ہے۔چیزیں اپنی ضد سے ہی واضح ہوتی ہیں۔

* جو باطل سے واقف ہوتا ہے وہ اس سے بچ سکتا ہے،اللہ فرماتا ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْأَيَٰتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ ٱلْمُجْرِمِينَ ۝٥٥﴾ [سورۃ الأنعام:۵۵].

ترجمہ: اور اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ خوب واضح ہو جائے۔

* اس مقدمہ کے اندر اہل علم کے اس قول کی وضاحت کی جائے گی کہ:کونسا کام توحید کے منافی ہے اور کونسا کام توحید کے کمال واجب کے منافی ہے..

* ان کا یہ کہنا کہ:یہ کام توحید کے منافی ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ:جو ایسا کام کرتا ہے اس کے اندر توحید نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی،بلکہ وہ توحید سے نکل کر شرک یا کفر کی طرف چلا جاتا ہے۔مثال کے طور پر غیر اللہ کو پکارنا،یہ ایک ایسا شرک ہے جو توحید کے منافی ہے۔

* اہل علم کا یہ کہنا کہ: یہ عمل توحید کے کمال واجب کے منافی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنے والا شرک اصغر کا مرتکب ہے، جو کہ ایک حرام کام ہے، لیکن یہ عمل اسے توحید سے خارج نہیں کرتا، بلکہ اس کے اندر توحید باقی رہتی ہے تاہم اس عمل یا قول کے سبب اس کی توحید میں نقص اور کمی آجاتی ہے۔مثال کے طور پر غیر اللہ کی قسم کھانا، حرام اور شرک اصغر ہے، لیکن یہ عمل اسے توحید سے خارج نہیں کرتا۔
* اس سے پہلے کے علمی سلسلہ (**تبسيط أصول العقيدة**) کے اندر ہم توحید، اس کی قسموں اور (لا الہ الا اللہ) کے معنی پر روشنی ڈال چکے ہیں۔
* سابق علمی سلسلہ میں ہم نے یہ بھی وضاحت کی تھی کہ اولاد آدم کا توحید سے منحرف ہو کر شرک کے شکار ہونے کی وجہ اور سبب کیا ہے..
* ہم نے اسے بھی زیر گفتگو لایا تھا کہ نیکو کاروں اور صالحین کے سلسلے میں غلو کی کونسی قسمیں برتی جاتی ہیں، جو کہ انحراف وگمراہی کا ایک عظیم ترین سبب ہے... اس لئے انہیں یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، جو اس سے واقف نہ ہو سکے ہوں وہ میرے ٹیلیگرام چینل سے رجوع کر سکتے ہیں، وہاں پر یہ محفوظ ہے۔
* اس بات سے بھی متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ جس شخص کو کوئی بات سمجھنے میں دشواری ہو، یا وہ (کسی مسئلہ میں) علمی مباحثہ کرنا چاہیں، تو میرے پرسنل نمبر پر مراسلہ کر سکتے ہیں جو کہ اس کتاب کے اخیر میں مذکور ہے۔

اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم سب کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے، ہمیں نیک کام اور درست بات کی ہدایت ورہنمائی فرمائے، یقیناً اللہ سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

❁❁❁

(٢)

بیماری کو دور کرنے یا نظر بد سے بچنے کے لئے بالا، دھاگا اور کنگن پہننا

* کچھ لوگ اپنے ہاتھوں میں دھاگے باندھتے ہیں یا گردنوں میں انہیں لٹکاتے ہیں۔
* یا نظر بد سے بچنے کے لئے -جیسا کہ ان کا گمان ہے- اپنی گاڑیوں پر نیلے رنگ کی آنکھ چسپاں کئے رہتے ہیں۔
* کچھ لوگ جوتا بھی ٹانگ رکھتے ہیں۔
* کچھ لوگ اپنے گھر کے دروازے پر سانپ یا کچھوا کی تصویر اور دیگر جانوروں کی تصویریں لگائے رہتے ہیں...وہ یہ مانتے ہیں کہ یہ تصویریں انہیں شیطان سے محفوظ رکھتی ہیں یا نظر بد وغیرہ کو ان سے دور رکھتی ہیں..
* کچھ نوجوان اپنے ہاتھوں میں کنگن پہنتے ہیں اور اس گمان میں رہتے ہیں کہ یہ ان کے اندر قوت ونشاط پیدا کرتا ہے۔
* یہ سارے خرافات اللہ پر ایمان اور اس پر توکل وبھروسہ کے اندر کمی پیدا ہونے کا نتیجہ ہیں...یہ سارے اعمال حرام اور شرک ہیں، ہم اللہ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔
* جس کے اندر ذرا بھی عقل وخرد ہوگی، وہ یہ گمان بھی کر سکتا ہے کہ اس طرح کی بے وقعت چیزیں اسے نظر بد، شیطان کی اذیت اور اس جیسی دگر بیماریوں سے محفوظ رکھ سکتی ہیں، یا اسے قوت ونشاط عطا کر سکتی ہیں؟

حقیقت میں یہ زمانہ جاہلیت کے باقی ماندہ فرسودہ عقائد ہیں جو لوگوں کے اندر اب بھی زندہ ہیں، ان عقائد کو ختم کرنا بے حد ضروری ہے۔

* اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿قُلْ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَـٰشِفَـٰتُ ضُرِّهِۦٓ﴾ [سورة الزمر:۳۸].

ترجمہ: اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالی مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟

* جو لوگ (اپنے جسم کے کسی عضو میں) یہ چیزیں لٹکاتے ہیں وہ دراصل ان سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جن کی نہ تو وہ ملکیت رکھتی ہیں اور نہ ہی انہوں نے ان کو پیدا کیا ہے، جب کہ وہ اس ذات سے بے رخی برتتے ہیں جو ہر قسم کے نفع ونقصان کا مالک ہے اور وہ ہے اللہ تعالی کی ذات۔

* عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا ہے، پوچھا: یہ کیسا کڑا ہے، اس نے جواب دیا: یہ واہنہ (وہ ریاحی درد جو بازو وغیرہ میں ہوتا ہے جس سے کمزوری محسوس ہوتی ہے) کی بیماری سے بچنے کے لیے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اتارو، اس لیے کہ یہ تمہارے اندر مزید وہن (کمزوری) پیدا کر دے گا، اگر اسی حالت میں تمہاری موت ہوگئی کہ تم اسے پہنے ہوئے ہو، تو کبھی کامیاب نہیں ہو پاؤ گے "(۱)۔

(۱) اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

* اس آدمی نے اپنے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا پہن رکھا تھا، جو کہ ایک قسم کی دھات ہے، اس کا ارادہ وعقیدہ یہ تھا کہ یہ کڑا "واہنہ" نامی بیماری کو دور کر دیتا ہے۔ لیکن نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور یہ تنبیہ بھی کی کہ اگر اس حال میں اس کی موت ہو جائے کہ وہ کڑا اس کے جسم پر ہو، تو وہ کامیاب نہیں ہو گا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے۔

کیا ان چیزوں کو لٹکانا شرک ہے؟

* ہاں، اگر وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ کے بجائے یہ چیزیں بذات خود نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے پر قادر ہیں، تو یہ شرک اکبر ہے جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے...

* اگر ایسا عقیدہ نہیں رکھتا ہو، لیکن یہ مانتا ہو کہ نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے کے لئے یہ ایک سبب ہے، تو یہ شرک اصغر ہے، اور شرک اصغر کبیرہ گناہوں سے زیادہ سنگین ہے۔

الحمد للہ دوسرا درس ختم ہوا۔

(۳)

تعویذ گنڈے لٹکانا

📖 تعویذ کی دو قسمیں ہیں:

۱)جو قرآن سے ماخوذ ہو۔

۲)جو قرآن کے علاوہ ہو۔

* نبی ﷺ نے فرمایا: "جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈا اور تِوَلہ (ایک قسم کا جادو جسے دھاگہ یا کاغذ میں مرد و عورت کے درمیان محبت پیدا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے) شرک ہیں"[۲]۔
* یہ وہ تعویذ گنڈے ہیں جو جھاڑ پھونک کرنے والے اوجھے اور جادو گر حضرات تیار کرتے ہیں، اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ تعویذ گنڈے نظر بد سے محفوظ رکھتے ہیں...
* اگر تعوذیذ کے اندر شرکیہ کلمات لکھے گئے ہوں اور شیطانوں کی پناہ اور حفاظت طلب کی گئی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حرام ہے اور اس کا پہننا شرک ہے، ہم اللہ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔
* اگر تعویذ کے اندر صرف قرآن ہو تو بھی یہ حرام ہے، کیوں کہ مذکورہ حدیث (تعویذ کی تمام قسموں کے لئے) عام ہے، اور اس لئے بھی کہ قرآنی تعویذ کو لٹکانا اس کی بے حرمتی کی وجہ ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ تعویذ جس کے اندر اللہ کا کلام موجود ہے، بچہ کی

---

(۲) اس حدیث کو احمد اور ابو داود نے روایت کیا ہے۔

گردن سے ٹوٹ کر زمین پر گر جائے، یا اسے پہن کر وہ قضائے حاجت کی جگہ میں داخل ہو جائے، جب کہ اس کے اندر اللہ کا کلام موجود ہے۔

* ان سب سے بڑھ کر یہ کہ بچہ کا دل تعویذ سے وابستہ ہو جاتا ہے، حالانکہ عام حالات میں وہ اس سے واقف بھی نہیں ہوتا کہ اس تعویذ کے اندر کیا لکھا گیا ہے، چنانچہ اس کا یہ عقیدہ بن جاتا ہے کہ چمڑے اور کپڑے (کے ان ٹکڑوں) کی وجہ سے (اس کی) حفاظت ہو رہی ہے۔

* عبد اللہ بن عکیم مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ: "جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اسی کے سپرد کر دیا گیا"(۳)۔

* حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے مذکورہ تعویذ گنڈوں میں سے کوئی چیز لٹکائی، اسے اللہ چھوڑ دیتا اور جو چیز لٹکاتا ہے، اسی کے سپرد کر دیتا ہے۔

* صحیح بخاری میں حضرت ابو بشیر الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک قاصد یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ: "جس شخص کے اونٹ کی گردن میں تانت کا گنڈا ہو یا یوں فرمایا کہ گنڈا (ہار) ہو وہ اسے کاٹ ڈالے"۔

(۳) اس حدیث کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے

* یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نظر بد وغیرہ سے دور رکھنے کے لئے جانوروں کی گردن میں تعویذ گنڈے لٹکانا جائز نہیں ہے، بلکہ واجب ہے کہ ان کو کاٹ پھینکا جائے اور اللہ سے تعلق استوار رکھا جائے۔

ان تعویذ گنڈوں کا متبادل کیا ہے؟

* متبادل یہ ہے کہ شرعی اذکار کے ذریعہ اپنی حفاظت کی جائے، جیسے آیۃ الکرسی، معوذات اور دیگر شرعی اذکار وادعیہ۔
* اس موضوع پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الأذکار کا مطالعہ کریں۔
* ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الوابل الصیب پڑھیں۔
* شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحفۃ الأخیار کو لازم پکڑیں۔
* شیخ سعید بن وہف القحطانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حصن المسلم کو حرز جاں بنائیں۔
* اور جزولی کی کتاب [دلائل الخیرات] سے دور رہیں، کیوں کہ اس کے اندر بہت سی خلاف شرع باتیں اور بدعتیں داخل ہیں۔

واللہ أعلم، وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد.

الحمدللہ تیسرا درس ختم ہوا۔

(۴)

تبرک

* تبرک کا مطلب ہے برکت طلب کرنا۔
* برکت کے معنی ہوتے ہیں (کسی کام یا) چیز کے اندر بھلائی کا پایا جانا، اس میں خیر کا ثبت ہونا اور اس خیر کے اندر بڑھوتری اور اضافہ ہونا۔
* برکت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، جسے اللہ اپنی بعض مخلوقات کے اندر پیدا فرماتا ہے۔

قرآن میں مختلف مقامات پر برکت کا ذکر آیا ہے:

* ﴿فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحۡسَنُ ٱلۡخَٰلِقِينَ ١٤﴾ [سورة المؤمنون:١٤].

ترجمہ: برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔

* ﴿تَبَٰرَكَ ٱسۡمُ رَبِّكَ ذِي ٱلۡجَلَٰلِ وَٱلۡإِكۡرَامِ ٧٨﴾ [سورة الرحمن:٧٨].

ترجمہ: تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو عزت و جلال والا ہے۔

* ﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِي نَزَّلَ ٱلۡفُرۡقَانَ﴾ [سورة الفرقان:١].

ترجمہ: بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا۔

* ﴿تَبَٰرَكَ ٱلَّذِي بِيَدِهِ ٱلۡمُلۡكُ﴾ [سورة الملك:١].

ترجمہ: بہت بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے۔

* اسی لئے برکت صرف اللہ سے ہی طلب کی جاتی ہے۔
* اللہ نے اپنی بعض مخلوقات میں برکت پیدا فرمایا ہے، جیسے آب زمزم، اپنے کلام کو اللہ نے مبارک بنایا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ إِلَيۡكَ مُبَٰرَكٌ﴾ [سورة ص:٢٩].

ترجمہ: یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایاہے۔ نیز بیت الحرام کو بھی اللہ نے بابرکت جگہ بنایاہے....

تبرک کی دو قسمیں ہیں: ایک مشروع اور دوسری ممنوع۔

* تبرکِ مشروع کی مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ذات سے تبرک حاصل کرنا آپ کی زندگی میں مشروع تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی، آپ کے پسینہ اور آپ کی ذات سے الگ ہونے والی ہر چیز سے تبرک حاصل کیا کرتے... نبی ﷺ صحابہ کرام کے اس عمل کو درست گردانتے اور ان کی نکیر نہیں کرتے تھے۔
* لیکن اب مطلق طور پر رسول اللہ ﷺ کے متعلقات میں سے کوئی چیز ایسی باقی نہیں ہے جس سے تبرک حاصل کیا جاسکے۔

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرتے ہوئے آل بیت اور نیک لوگوں سے تبرک حاصل کیا جاسکتا ہے؟

* نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی آپ پر کسی کو قیاس کا جاسکتاہے، صحابہ کرام نہ تو ابو بکر و عمر سے تبرک حاصل کرتے تھے اور نہ ہی نبی ﷺ کے آل بیت سے۔
* سب سے بابرکت چیز اللہ عزیز و برتر کا کلام قرآن ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ﴾ [سورة ص:٢٩]. ترجمہ: یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایاہے۔ نبی ﷺ نے سورۃ بقرۃ کے بارے میں فرمایا: (اس کو اپنانا باعث خیر وبرکت ہے)... قرآن کی تلاوت سے گھر، رزق، مال ودولت اور وقت میں برکت ہوتی ہے...

* یہ بھی مشروع تبرک ہے کہ برکت حاصل کرنے کی خاطر آب زمزم نوش کیا جائے، نبی ﷺ نے فرمایا: "یقینا یہ بابرکت ہے "۔

تبرک ممنوع کی مثال:

* شجر وحجر سے تبرک حاصل کرنا جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلْأُخْرَىٰٓ ﴿٢٠﴾﴾ [سورة النجم:۱۹-۲۰].

ترجمہ: کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔

ان آیتوں کے اندر یہ ذکر ہوا ہے کہ وہ ان بتوں سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے اور ان سے حصول منفعت اور دفع ضرر کی امید بھی رکھتے تھے۔

* انبیاء وصالحین کی قبروں اور ان مقامات سے تبرک حاصل کرنا جنہیں وہ در اقدس سے تعبیر کرتے ہیں، قبروں کی جالیوں کو چومنا، نیک لوگوں کی جائے نماز اور جائے نشست سے تبرک حاصل کرنا جسے مقامات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اسی طرح قبر کی مٹی یا خاکِ کربلا سے تبرک حاصل کرنا، فلاں بزرگ کی قبر کی ہوا سے تبرک حاصل کرنا، بزرگوں کی ارواح سے مدد حاصل کرنا، نیک وصالح ہستیوں کے لعاب دہن سے تبرک حاصل کرنا جیسا کہ صوفیاء اپنے پیروں کے ساتھ کرتے ہیں، یہ تمام کے تمام تبرک ممنوع کی قسمیں ہیں جو کہ حرام ہے، ان میں سے بعض تبرکات ایسے بھی ہیں جو شرک کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔

* ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے لیے نکلے جب کہ ہم نے کفر کو ابھی ابھی ترک کیا تھا، مشرکوں کا ایک بیری کا درخت تھا جہاں وہ ٹھہرتے اور اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے، جسے ذات انواط کہا جاتا تھا، جب ہم اس درخت سے گزرے تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجیے جیسا کہ مشرکین کا ایک ذات انواط ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر، یہ (اللہ کی) سنتیں ہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے وہی بات کہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی:﴿ ٱجْعَل لَّنَآ إِلَـٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ ﴾ [سورة الأعراف:١٣٨]. کہ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیجیے جیسا ان مشرکوں کے لیے ہے، تم گزشتہ امتوں کی پوری پوری پیروی کروگے"(۴)۔

* صحابہ کرام نے جب یہ مطالبہ کیا کہ ان کے لئے بھی بیری کا درخت ہو جس سے وہ تبرک حاصل کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس مطالبہ کو درخت کی عبادت شمار کیا، کیوں کہ معبود سے ہی حصول منفعت اور دفع ضرر کی درخواست کی جاتی ہے، اور اس کی ملکیت صرف اللہ عزوجل کو ہے۔

الحمدللہ چوتھا درس ختم ہوا۔

(۴) اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔

(۵)

غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا شرک ہے

* اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا اللہ تعالی کی پسندیدہ عبادتوں میں سے ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ ﴾ [سورۃ الکوثر:۲].

ترجمہ: تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

* ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ ذبح کرنے والا اللہ تعالی کی رضا کے لئے اپنے مال کی قربانی پیش کرے، تقرب الہی حاصل کرنے کے لئے جانور کا خون بہائے۔

* اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَـٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْ ﴾ [سورۃ الحج:۳۷].

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ اس کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیز گاری پہنچتی ہے۔

* چنانچہ اللہ تعالی ہمارے ذبیحہ سے بے نیاز ہے، اور ہم اللہ تعالی کے ثواب کے محتاج ہیں۔

* ذبیحہ کے ذریعہ تقرب الہی حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہدی (حج میں کی جانے والی قربانی)، (عید قرباں کی) قربانی، عقیقہ اور نذر کے جانور ذبح کئے جائیں۔

* چونکہ نبی ﷺ جانور ذبح کرنے کی فضیلت سے واقف تھے، اس لئے آپ نے حج میں سو اونٹ کی قربانی دی، جن میں سے ۶۳ اونٹ آپ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کئے۔

* چونکہ جانور ذبح کرنے کی اتنی اہمیت وفضیلت ہے، اس لئے غیر اللہ کے لئے اس عمل کو انجام دینا شرک ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ غیر اللہ کے لئے نماز پڑھنا اور اس سے دعا کرنا شرک ہے۔

* اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي﴾ ۔نسک سے مراد ذبیحہ ہے۔﴿وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ﴾ [سورۃ الأنعام:۱۶۲-۱۶۳].

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔

* جس طرح نماز میں اللہ کا کوئی شریک وساجھی نہیں، اسی طرح ذبیحہ میں بھی اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں۔

* نبی ﷺ نے فرمایا: "اس پر اللہ لعنت کرے جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا"۔ معلوم ہوا کہ جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے وہ خود کو اللہ کی لعنت کے سپرد کرتا ہے، اللہ کی پناہ۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی چند شکلیں:

۱) اولیاء کی تاریخ ولادت پر ان کے لئے جانور ذبح کرنا- خواہ اس ذبیحہ پر اللہ کا نام ہی کیوں نہ لیا گیا ہو- لیکن دل کے اندر تو مردوں کا ہی قصد وارادہ تھا، اس لئے ایسا کرنا غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا قرار پایا، اس کا کوئی اور نام رکھ دینے سے یہ حلال نہیں ہو سکتا۔

۲) چنانچہ اگر غیر اللہ کے نام پر اس جانور کو ذبح کیا جائے تو وہ بدرجہ اولی حرام ہوگا، مثال کے طور پر ذبح کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ: صلیب کے نام پر یا مسیح کے نام پر۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ [سورۃ النحل:۱۱۵].

ترجمہ: تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے حرام ہیں۔

۳)غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ آل بیت کے لئے ذبیحوں کی نذر مانی جائے، جس طرح شیعہ حضرات عباس اور حسین وغیرہما جیسے آل بیت کے لئے نذریں مانتے ہیں، غیر اللہ کے لئے ہر قسم کی نذر ماننا حرام اور شرک ہے، اگر یہ نذر جانور ذبح کرنے کی شکل میں ہو تو اس کا گناہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

۴)غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ بادشاہ کی آمد پر جانور ذبح کیا جائے...نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ہمارے ہم مذہب شیخ ابراہیم المروزی نے ذکر کیا ہے کہ بادشاہ کی آمد پر اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے، اس کے بارے میں اہل بخاری نے حرمت کا فتوی دیا ہے، کیوں کہ یہ ان جانوروں میں سے ہے جن پر اللہ تعالی کے سوا دوسرے کا نام پکارا جاتا ہے۔

۵)غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ جنوں سے حفاظت اور پناہ حاصل کرنے کی غرض سے نئے گھر کے دروازے پر جانور ذبح کیا جائے۔

٦)یہ بھی غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی شکل ہے کہ جب انسان بیماری وغیرہ سے (شفایاب ہو کر) لوٹے تو اس کے احترام میں گاڑی سے اترتے وقت یا گھر کی دہلیز پر جانور ذبح کیا جائے، جب کہ ذبح کرنے والا یہ جان رہا ہو کہ بیمار شخص اس ذبیحہ میں سے کچھ بھی نہیں کھائے گا، اس طرح اس ذبیحہ کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کی خاطر خون بہایا جائے-اللہ کی پناہ-اور یہی وہ ذبیحہ ہے جو اللہ کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہیں، کیوں کہ اللہ کے لئے جانور ذبح کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کی (رضا کی) خاطر خون بہایا جائے، اس لئے کہ اللہ خون اور گوشت سے بے نیاز ہے۔

۷)غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ جادوگر یا شعبدہ باز کے حکم سے جادو توڑنے یا گمشدہ کو تلاشنے جیسے مقاصد کے پیش نظر جنات کے لئے جانور ذبح کیا جائے، یہ سب اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے، ہم اس سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔

۸)حرام ذبیحہ کی ایک شکل یہ ہے کہ مشرکوں کی عید گاہوں پر جانور ذبح کیا جائے، اس سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مشرکوں کی عید گاہوں کو آباد کرنے یا ان کی مشابہت اختیار کرنے کا سد باب کیا جاسکے۔

ہر وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو ،اس کا کھانا حرام ہے۔

الحمدللہ پانچواں درس ختم ہوا۔

(٦)

غیر اللہ کے لئے نذر ماننا شرک ہے

* نذر یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر ایسی عبادت کو لازم کرلے جسے شریعت نے اس پر لازم نہیں کیا ہے۔
* نذر کی ابتدا کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "نذر نہ مانو، کیوں کہ اس سے کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوتی، اس سے تو صرف بخیل سے کچھ نکلوایا جاتا ہے"۔
* جو اللہ کی اطاعت کی نذر مانے، اسے چاہیۓ کہ اللہ کی اطاعت کرے اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے، وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔
* نذر پوری کرنا اللہ کی عبادت ہے، اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾﴾ [سورة الإنسان:٧].

ترجمہ: جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے۔

* نیز اللہ نے فرمایا:﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُهُۥ﴾ [سورة البقرة:٢٧٠].

ترجمہ: تم جو بھی خرچ کرو، کوئی خرچ، یا نذر مانو، کوئی نذر تو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔

* جب نذر ایک عبادت ہے تو اسے اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کے لئے انجام دینا شرک ہے۔
* علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر اللہ کے لئے نذر ماننا گناہ کا کام ہے اور اس نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے۔
* چنانچہ اگر کسی نے نذر مانی کہ: اگر اللہ نے میرے مریض کو شفادے دی تو میرے اوپر شیخ عبد القادر شاہ کے لئے جانور ذبح کرنا واجب ہو گا، ان کی قربت حاصل کرنے کی غرض سے اور

انہیں اللہ کے نزدیک واسطہ اور سفارشی مانتے ہوئے، تو یہ نذر باطل اور حرام ہوگی، جسے پورا کرنا جائز نہیں ہوگا۔

* یہی حکم ان نذروں کا بھی ہے جو حسین اور آل بیت کے نام پر یوم عاشوراء کو مانی جاتی ہیں، اور وہ کھانے اور پکوان (بھی اسی حکم میں آتے ہیں) جو عاشوراء کے دن بنائے جاتے ہیں، یا چالیسواں کے نام پر تیار کئے جاتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ ان کے اندر شفا اور برکت ہے... یہ تمام نذریں غیر اللہ کے لئے مانی جاتی ہیں، جن کا پورا کرنا جائز نہیں۔
* یہی حکم اس نذر کا بھی ہے جو اولیاء کے لئے مانی جاتی ہے، جیسے کوئی ولی کی قبر پر جائے اور یہ فریاد کرے کہ: اے میرے آقا! اگر میرا مریض شفایاب ہوگیا یا میرا بیٹا کامیاب ہوگیا تو آپ کے نام پر اتنا اتنا سونا چڑھاؤں گا، یہ سب شرک ہے، اور اس کے اندر اہل جاہلیت کے اس عمل کی مشابہت پائی جاتی ہے جو وہ شجر و حجر کے سامنے کیا کرتے تھے۔
* یہ تمام نذریں - اللہ سے ہم عافیت کی دعا کرتے ہیں - اس عقیدہ کے ساتھ مانی جاتی ہیں کہ اس کی نذر سے مُردہ (جس کے لئے نذر مانی جاتی ہے) واقف ہوتا ہے، یا اللہ تعالی کے بجائے اسے امور کائنات میں تصرف کی قدرت حاصل ہوتی ہے، جب کہ یہ عقیدہ رکھنا ربوبیت اور الوہیت دونوں میں شرک کرنا ہے۔
* کیوں کہ یہ عقیدہ رکھنا ربوبیت میں شرک کرنا ہے کہ وہ تصرف کی قدرت اور نذر کی معرفت رکھتا ہے، چنانچہ اس کے لئے نذر ماننا الوہیت میں شرک کرنا ہے۔

ہم اللہ سے تمام لوگوں کے لئے ہدایت وراستی کا سوال کرتے ہیں۔

الحمدللہ چھٹا درس ختم ہوا۔

(۷)

غیر اللہ کی پناہ طلب کرنا

پناہ طلب کرنے کا مطلب ہے:

* ملجا وماوی، بچاؤ اور تحفظ طلب کرنا۔

پناہ طلبی کی حقیقت:

* جس چیز سے آپ ڈرتے ہوں، اس سے بھاگ کر ایسی ذات کی طرف جانا جو اس سے آپ کی حفاظت کر سکے۔
* اللہ کی پناہ میں آنے والا تکلیف دہ اور ہلاکت خیز چیز سے بھاگ کر اپنے رب اور مالک کی پناہ میں آتا ہے۔
* معلوم ہوا کہ اللہ کی پناہ طلب کرنا بھی اس کی عبادت ہے۔
* اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾ ﴾ [سورة فصلت:٣٦].

ترجمہ: اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو۔ یقیناً وہ بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

* نیز فرمان باری تعالی ہے:﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ﴿١﴾ ﴾ [سورة الفلق:١].

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔

* جب اللہ تعالی ہی ہمارا پالنہار، مالک اور معبود ہے تو مصیبت کی گھڑیوں میں اس کے سوا اور کون ہماری پناہ اور ملجا ہو سکتا ہے۔

* اسی لئے اللہ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ مصیبت کی گھڑیوں میں اور ان تمام معاملات میں جن (کو درست کرنے کی) قدرت سوائے اللہ تعالی کے کسی اور کو نہیں، ہم صرف اللہ ہی کی پناہ طلب کریں اور اسی سے التجا کریں۔

* اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ ۝٩٧ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ۝٩٨﴾ [سورۃ المؤمنون:۹۷-۹۸].

ترجمہ: اور دعا کریں کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آجائیں۔

* پہلے کے مشرکوں کی یہ روش تھی کہ وہ بعض جنات کی پناہ طلب کرتے تھے، اللہ فرماتا ہے:﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝٦﴾ [سورۃ الجن:٦].

ترجمہ: بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

* مجاہد کہتے ہیں: جب یہ مشرکین کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتے تو کہتے: ہم اس وادی کے عظیم (بادشاہ جن) کی پناہ میں آتے ہیں، جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

* مجاہد نے کہا کہ: اس سے کافر اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

* جب کہ نبی ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب کوئی کسی جگہ پڑاؤ ڈالے تو یہ دعا پڑھے: "أعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق"۔ یعنی: میں اللہ کے مکمل کلموں کے ذریعہ اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اس کی ساری مخلوقات کے شر سے۔

* اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ غیر اللہ کی پناہ طلب کرنا جائز نہیں ہے، جیسے شیطانوں اور قبر میں مدفون مردوں کی پناہ طلب کرنا۔

* جب اللہ تعالی اور اس کے مکمل کلموں کی پناہ مانگنا اللہ تعالی کی عبادت اوراس کی توحید ہے تو ایسے معاملہ میں جس پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں، غیر اللہ کی پناہ مانگنا شرک ہے۔
* جیسے دشمن وغیرہ سے مردوں اور جنات کی پناہ مانگنا۔
* زمانہ جاہلیت میں جب کسی انسان کی طلب ہوتی تو وہ فلاں ولی کی پناہ مانگتا جو اس کے متلاشی کو اسے تکلیف دینے سے باز رکھتا، کیوں کہ وہ شیخ کی حفاظت اور اس کی پناہ میں چلا جاتا، اس کے بعد جب کوئی اس کے ساتھ غلط کرنا چاہتا تو ولی کی جانب سے اذیت کا شکار ہوتا، یہ ان کا فاسد عقیدہ تھا اور ان کے دلوں میں مردوں کے تعلق سے یہی عقیدہ راسخ تھا کہ وہ نفع ونقصان کے مالک ہیں۔
* رسول ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی پناہ طلب کرنا بھی اسی قسم کی پناہ طلبی میں شامل ہے..
* رسول اللہ ﷺ کے ثناخوانوں میں سے بھی کچھ لوگ اس سلسلے میں انحراف اور کج روی کے شکار ہوئے ہیں... جیسا کہ بوصیری اپنے قصیدہ میں کہتا ہے:

یا أكرم الخلق مالي ألوذ به　　　سواك عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: اے معزز ترین مخلوق! ناگہانی حادثہ کے وقت تیرے سوا میرا اور کون ہے، میں جس کی پناہ طلب کروں۔

شاعر نے نبی ﷺ کے علاوہ ہر اس پناہ کی نفی کی ہے جس کی وہ حوادث کے وقت پناہ لے سکے، اسلوبِ حصر کے ساتھ اس کی نفی کی ہے، جب کہ یہ مرتبہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لئے ہے، اللہ ہی وہ ذات ہے جس کے سوا بندوں کا کوئی ملجا اور پناہ گاہ نہیں۔

* محمد ﷺ خود اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں جیسا کہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے:﴿قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِى نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾ [سورة الأعراف:١٨٨].

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

* جب آپ ﷺ خود اپنی ذات کے لئے اپنی زندگی میں کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتے تھے، تو اپنی وفات کے بعد دوسروں کے لئے بھلا کیسے اس کا اختیار رکھ سکتے ہیں!!
* بوصیری مزید کہتا ہے کہ:

إن لم يكن في معادي آخذا بيدي فضلا وإلا فقل يا زلة القدم

ترجمہ: اگر اس نے آخرت میں اپنے فضل وکرم سے میرا ہاتھ نہ تھاما تو کہہ دینا کہ وائے پاؤں کی لغزش (یعنی میں ہلاک ہو جاؤں گا)۔

اس شعر اور مذکورہ شعر کے اندر بوصیری نے بلند وبرتر خالق سے اعراض و بے اعتنائی برتا ہے اور دنیا وآخرت کے تمام تر حوادث میں مخلوق پر کلی اعتماد وتوکل کا اظہار کیا ہے۔

اس شاعر نے رسول اللہ ﷺ سے دعا کرنے اور آپ کی پناہ طلب کرنے کا ذکر اسی طرح صیغہ شرط کے ساتھ کیا ہے جس طرح نوح علیہ السلام نے (اللہ سے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے ہوئے) کیا کہ: ﴿وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [سورة هود:٤٧].

ترجمہ: اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا، تو میں خسارہ پانے والوں میں ہو جاؤں گا۔

ہم اس بات سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ ہم سے شرک سرزد ہو اورہم غیر اللہ کو پکاریں۔

* قرآن کریم میں قیامت کے تعلق سے آیا ہے کہ:

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَٱلْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾﴾ [سورة الانفطار:١٩].

ترجمہ: جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی چیز کا مختار نہ ہو گا، اور (تمام تر) احکام اس روز اللہ کے ہی ہوں گے۔

* جب اس دن تمام تر احکام اللہ کے لئے ہوں گے تو محمد ﷺ دوسروں کے لئے کس چیز کے مختار ہوں گے!!

* مقصود کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی کی پناہ طلب کرنا دراصل توحید اور اخلاص (پر قائم رہنے کا مظہر) ہے، جب کہ ہر ایسے معاملہ میں جس (کو انجام دینے) کی قدرت سوائے اللہ کے کسی اور کو نہیں، غیر اللہ کی پناہ مانگنا یا جِنوں ، مُردوں اور نظر سے اوجھل لوگوں کی پناہ طلب کرنا شرک اکبر ہے، اللہ کی پناہ۔

ہم تمام لوگوں کے لئے اللہ سے ہدایت وراستی کی دعا کرتے ہیں۔

الحمد للہ ساتواں درس ختم ہوا۔

(۸)

غیر اللہ سے دعا کرنا شرک ہے

* دعا ایک عظیم ترین عبادت ہے، بلکہ دعا ہی عبادت ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "الدعاء هو العبادة"(۵)۔

دعا کی دو قسمیں ہیں:

۱) وہ دعا جس میں عبادت گزاری ہو:

* اس سے مراد یہ ہے کہ تمام قسم کی عبادتوں کو صرف اللہ کے لئے انجام دیا جائے جیسے نماز، ذبیحہ و قربانی، نذر و نیاز، روزہ اور حج...

* اس قسم کی عبادت میں اگر سوال اور طلب کا صیغہ نہ بھی ہو، تو عبادت گزار اپنے عمل کے ذریعہ اللہ سے یہ دعا کر رہا ہوتا ہے کہ اسے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے نجات بخش دے۔

۲) وہ دعا جس میں حاجت طلبی ہو:

* اس سے مراد وہ دعا ہے جس سے دعا کرنے والے کا فائدہ وابستہ ہو جیسے منفعت کی طلب یا نقصان کا ازالہ۔

* اللہ فرماتا ہے:﴿ٱدۡعُواْ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعٗا وَخُفۡيَةًۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُعۡتَدِينَ ٥٥﴾ [سورة الأعراف:٥٥].

ترجمہ: تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں۔

(۵) اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

* نیز اللہ فرماتا ہے:﴿لَهُۥ دَعۡوَةُ ٱلۡحَقِّۖ﴾ [سورة الرعد:١٤]. ترجمہ: اسی کو پکارنا حق ہے۔
* حدیث قدسی میں اللہ تعالی فرماتا ہے:"کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار کو سنوں"۔
* دعا میں اللہ تعالی کے لئے اخلاص قائم رکھنا واجب ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿فَٱدۡعُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ﴾ [سورة غافر:١٤]. دین سے مراد دعا ہے۔

ترجمہ: تم اللہ کو پکارتے رہو اس کے لیے دین کو خالص کر کے۔

* دعا میں اخلاص برتنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف ایک اللہ سے دعا کی جائے، دعا میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔
* اللہ فرماتا ہے:﴿وَأَنَّ ٱلۡمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدۡعُواْ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدٗا ١٨﴾ [سورۃ الجن:۱۸].

ترجمہ: اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

* نیز فرمان باری تعالی ہے:﴿وَلَا تَدۡعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَۖ فَإِن فَعَلۡتَ فَإِنَّكَ إِذٗا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ١٠٦﴾ [سورۃ یونس:۱۰۶].

ترجمہ: اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

* اللہ برتر و اعلی کا ارشاد ہے:﴿وَٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمۡلِكُونَ مِن قِطۡمِيرٍ ١٣ إِن تَدۡعُوهُمۡ لَا يَسۡمَعُواْ دُعَآءَكُمۡ وَلَوۡ سَمِعُواْ مَا ٱسۡتَجَابُواْ لَكُمۡۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكۡفُرُونَ بِشِرۡكِكُمۡۚ﴾ [سورۃ فاطر:۱۳-۱۴].

ترجمہ: جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔

اس طرح اللہ نے ان کے پکارنے کو انہیں اللہ کا شریک بنانا قرار دیا ہے۔

* غیر اللہ سے دعا کرنے کی ممانعت سے متعلق قرآن میں بے شمار آیتیں ہیں۔
* جاہلیت کے لوگ انبیاء وصالحین سے دعا کیا کرتے اور ان سے اللہ کے نزدیک سفارش طلب کرتے تھے، جس کے متعلق اللہ نے یہ خبر دی کہ ان سے دعا کرنا انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکتا، اللہ نے فرمایا:﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ ﴾ [سورۃ یونس:۱۸].

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے :

* چنانچہ جو یہ کہے کہ: یا رسول اللہ مدد۔
* یا یہ کہے کہ: یا حسین مدد۔
* یا یہ کہے کہ: یا حصافی مدد۔
* یا یہ کہے کہ: یا عیدروس اللہ کے واسطے (میری مدد کر!)۔
* یا یہ کہے کہ: یا اہل بیت! ہماری حفاظت کر اور ہم پر توجہ رکھ۔
* یا یہ کہے کہ: یا حسین ہم پر نظر کرم فرما۔
* یا یہ کہے کہ: یا شیخ عبد القادر میری مدد فرما، یا مجھے نصرت عطا کر، یا یہ کہ میں تیری ہی حفاظت وکفالت میں ہوں۔

* تو یہ سب غیر اللہ سے دعا کرنا ہے، جو کہ شرک اکبر ہے اور جسے بغیر سچی توبہ کے اللہ معاف نہیں فرماتا...

* جو شخص اس حالت میں فوت ہو جائے کہ وہ مذکورہ دعاؤں پر مصر اور قائم ہو تو وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ﴾ [سورة المائدة:٧٢].

ترجمہ: یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔

* نیز اللہ فرماتا ہے:﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ﴾ [سورة النساء:٤٨].

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا۔

یعنی جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ شرک پر مصر اور قائم ہو تو اسے معاف نہیں کرے گا۔

* جو شخص یہ حجت پیش کرے کہ یہ تو صرف نیک لوگوں کا وسیلہ اختیار کرنا ہے...تو دراصل ایسا شخص نہ تو شریعت کے مزاج کو سمجھتا ہے اور نہ عربی زبان سے ادنی سی واقفیت رکھتا ہے۔

* توسل یہ ہے کہ آپ ایسا وسیلہ اختیار کریں جو آپ کو اللہ کے قریب کر دے، جب کہ جو شخص غیر اللہ کو پکارتا ہے وہ اس سے بلا واسطہ طور پر ایسی حاجت طلب کرتا ہے جس کی قدرت صرف اللہ کو ہے ، اور یہی شرک ہے۔

* اس شرک سے روکنا سب سے بڑی نیکی ہے، کیوں کہ اس کے ذریعہ ہی جاہل و نادان کو اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے نجات اور ایسے فریب کاروں اور جھوٹوں کی غلامی سے آزادی مل سکتی ہے جو ان کا دین بگاڑتے ہیں اور لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔

ہم اللہ سے تمام لوگوں کے لئے ہدایت وراستی کی دعا کرتے ہیں۔

الحمدللہ آٹھواں درس ختم ہوا۔

(۹)

سفارش

* قدیم زمانے میں مشرکوں کا حربہ یہ تھا کہ وہ اپنے شرک (کو جائز ٹھہرانے کے لئے) سفارش کا سہارا لیتے تھے، جیسا کہ اللہ نے بیان فرمایا:﴿ وَيَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنفَعُهُمۡ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ﴾ [سورۃ یونس:۱۸].

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

* لیکن اللہ تعالی نے اس قسم کی سفارش سے مشرکوں کو بے امید کرتے ہوئے یہ وضاحت فرمائی کہ یہ شرک ہے، اس سفارش سے اپنی ذات کو پاک فرمایا، اور یہ بتایا کہ مخلوق کے لئے اللہ کے سوا کوئی ولی وکارساز اور سفارشی نہیں۔

* مخلوق کی ضرورتیں اللہ تک پہنچانے کے لئے اللہ کو کسی معاون اور مددگار کی قطعی ضرورت نہیں ہے، بلکہ مخلوق کی زبانیں مختلف اور ان کی آوازیں الگ الگ ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالی ان کی تمام ضرورتوں اور حاجتوں سے آگاہ ہے۔

📖 سفارش قبول کرنے کے لئے اللہ نے دوایسی شرطیں مقرر فرمائی ہیں کہ وہ دنیا میں پوری نہیں ہوسکتیں:

۱) سفارشی کو سفارش کی اجازت دینا۔

۲) جس کے لئے سفارش کی جارہی ہو، اس سے اللہ کا راضی ہونا۔

* اللہ فرماتا ہے:﴿ يَوۡمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ إِلَّا مَنۡ أَذِنَ لَهُ ٱلرَّحۡمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُۥ قَوۡلًا ١٠٩ ﴾ [سورۃ طه:۱۰۹].

ترجمہ: اس دن سفارش کچھ کام نہیں آئے گی مگر جسے رحمن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔

* اسی لئے سفارش اور برکت حاصل کرنے کی حجت دے کر اولیاء وصالحین کو پکارنا اور ان سے دعا کرنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح پہلے کے مشرکین کیا کرتے تھے۔
* اسی طرح دور حاضر میں نبی ﷺ سے سفارش طلب کرنا بھی بے بنیاد اور باطل سفارش ہے، کیوں سفارش کے شروط اس کے اندر پورے نہیں ہیں۔
* نبی ﷺ کو اللہ کی اجازت نہیں ملی ہے، کیوں کہ آپ ﷺ وفات پاچکے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا۔
* اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کے لئے سفارش کی جائے، اسے اللہ کی رضامندی حاصل نہیں ہوئی، کیوں کہ وہ غیر اللہ کو پکارتا ہے (جو کہ شرک ہے)۔
* اور اللہ شرک کو پسند نہیں فرماتا۔
* اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَرۡضَىٰ لِعِبَادِهِ ٱلۡكُفۡرَۖ﴾ [سورة الزمر: ۷].

ترجمہ: وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں۔

* چنانچہ جو شخص نبی ﷺ کو پکارے یا کسی آل بیت یا کسی ولی کو پکارے اور اس سے سفارش طلب کرے تو یہ اسی طرح ہے جس طرح پہلے کے مشرکین کیا کرتے تھے، جو کہ شرک اور ایک باطل و بے بنیاد سفارش ہے۔
* شیطان نے اپنی مکاری کے ذریعہ بہت ساری مخلوق کو گمراہی میں مبتلا کر رکھا ہے، وہ اللہ سے ان کا رشتہ توڑنا چاہتا ہے، شیطان نے انہیں اس وہم وگمان میں ڈال دیا کہ اللہ تک پہنچنے کے لئے واسطوں اور سفارشیوں کا سہارا لینا ضروری ہے، جب کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ﴾ [سورة غافر: ۶۰].

ترجمہ: تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔

اللہ نے یہ حکم فرمایا کہ بغیر کسی واسطہ کے اس سے دعا کی جائے۔

* جو شخص محمد ﷺ کی سفارش سے سرفراز ہونا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ وہ اللہ سے اس کی دعا کرے نہ کہ محمد ﷺ سے ، کیوں کہ سفارش ساری کی ساری اللہ کے ہاتھ میں ہے:﴿قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًا﴾ [سورة الزمر:٤٤].

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے۔

* آپ یہ دعا کیجئے کہ: اے اللہ مجھے محمد ﷺ کی سفارش سے نواز۔
* یا یہ کہ: اے اللہ میرے لئے اپنے نبی محمد ﷺ کو سفارشی بنادے۔

یہ سفارش قیامت کے دن واقع ہو گی، اس سے سرفراز ہونے کے لئے درج ذیل اسباب ہیں:

- توحید میں مخلص رہنا۔
- اذان کا جواب دینا اور اس کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھنا، اور یہ دعا پڑھنا:(اللهم رب هذه الدعوة التامة......) جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

ہم تمام لوگوں کے لئے اللہ سے ہدایت وراستی کی دعا کرتے ہیں۔

الحمدللہ نواں درس ختم ہوا۔

(۱۰)

قبروں کو مسجد بنانا

نبی ﷺ نے بہت سی احادیث کے اندر قبروں کو مسجد بنانے سے منع فرمایا ہے.. کچھ احادیث ذیل میں ذکر کی جارہی ہیں:

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جس کو انہوں نے ملک حبشہ میں دیکھا تھا۔ اس میں جو مورتیں دیکھی تھیں وہ بیان کیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں کوئی نیک بندہ (یا یہ فرمایا کہ) نیک آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہ بت رکھتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک ساری مخلوقات سے بدتر ہیں"[۶]۔
* آپ نے یہ وضاحت فرمائی کہ نیک لوگوں کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنا نصرانیوں کا عمل ہے، یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔
* آپ ﷺ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک ساری مخلوقات سے بدتر ہیں۔
* شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: (ملک حبشہ کے) لوگ دو قسم کے فتنوں کا شکار ہوئے: قبرپرستی کا فتنہ اور بت تراشی کا فتنہ۔

---

(۶) متفق علیہ

* صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہتی ہیں کہ: "جب نبی ﷺ کی وفات کا وقت قریب ہوا (تو شدت مرض کے دنوں میں) نبی کریم ﷺ اپنی چادر کھینچ کر بار بار اپنے چہرے پر ڈالتے تھے، پھر جب دم گھٹنے لگتا تو چہرے سے ہٹا دیتے۔ آپ ﷺ اسی شدت کے عالم میں فرماتے تھے: یہود و نصاریٰ اللہ کی رحمت سے دور ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ اس طرح آپ ﷺ (اپنی امت کو) ان کا عمل اختیار کرنے سے بچتے رہنے کی تاکید فرمارہے تھے۔ اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر بھی کھلی رہنے دی جاتی۔ لیکن ڈر اس کا ہے کہ کہیں اسے بھی لوگ سجدہ گاہ نہ بنالیں"۔
* نبی ﷺ کو اس مسئلہ کی اتنی فکر لاحق تھی کہ آپ نے شدت کرب اور حالت نزع میں بھی اس سے بچنے کی تلقین فرمائی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو اپنی امت کے تعلق سے شدید خوف تھا کہ وہ بھی یہود و نصاریٰ کا عمل اختیار کرلے گی اور انہی کی طرح شرک میں مبتلا ہو جائے گی۔
* مذکورہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایسا کرنے والا اسی طرح ملعون ہے جس طرح یہود و نصاریٰ پر لعنت کی گئی ہے۔
* وہ نام نہاد مسلمان ان احادیث کا کیا جواب دیں گے جو اس بد عملی کے شکار ہیں، اللہ انہیں ہدایت دے!!
* صحیح مسلم میں حضرت جندب بن عبد اللہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: نبی ﷺ کی وفات سے پانچ روز قبل میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "....تم

خبردار رہو تم سے پہلے لوگ اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے۔ کہیں تم قبروں کو مسجد نہ بنانا۔ میں تم کو اس بات سے منع کرتا ہوں"۔

* امام احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جید سند کے ساتھ مرفوعاروایت کیا ہے کہ: (سب سے بدترین لوگ وہ ہیں جن پر قیامت برپا ہوگی اور وہ زندہ ہوں گے ، اور وہ جو قبروں کو مسجد بناتے ہیں)۔

قبروں کو مسجد بنانے کی دوقسمیں ہیں ، جو کہ کبیرہ گناہ اور شرک کا ذریعہ ہے:

۱-قبروں پر مسجدیں تعمیر کی جائیں اور ان میں مدفون مُردوں کی تعظیم میں اور ان کی برکت حاصل کرنے کے لئے -جیسا کہ ان کا گمان ہے-ان مسجدوں میں نماز ادا کی جائے۔

۲-قبروں کے پاس نماز پڑھی جائے، اگرچہ وہاں پر مسجد تعمیر نہ کی گئی ہو۔

* یہ سب مردوں کی تعظیم کے نام پر شرک تک پہنچانے والے ذرائع ہیں، جیسا کہ افسوس ناک مشاہدہ بتلاتا ہے کہ لوگ خشوع و خضوع کے ساتھ ان قبروں پر جاتے ہیں، بسا اوقات قبر کو قبلہ بنا کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں، کچھ لوگ کعبہ کی طرح قبر کا طواف کرتے، جب کہ کچھ لوگ قبر کے دریچوں کو بوسہ دیتے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، جو کچھ نہیں کرتا وہ کم از کم مدفون کی روح پر فاتحہ پڑھ رہا ہوتا ہے، جو کہ دین میں ایجاد کردہ بدعت ہے۔

* تمام مذاہب کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنا ممنوع اور حرام ہے، اور ان قبروں پر جو مسجدیں اور گنبد تعمیر کئے جاتے ہیں، انہیں منہدم کرنا واجب ہے۔
* قبروں کو مسجد بنانے کی ممانعت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان مسجدوں میں نماز پڑھنا بھی حرام ہے۔
* جب قبروں پر مسجدیں بنانا ممنوع ہے، تو قبروں پر گنبد اور مزار تعمیر کرنا بدرجہ اولی اس ممانعت میں داخل ہو گا۔

ہم تمام لوگوں کے لئے اللہ سے ہدایت وراستی کی دعا کرتے ہیں۔

الحمدللہ دسواں درس ختم ہوا۔

(۱۱)

اسلام میں عید میلاد کی حقیقت

عید میلاد:

* اس سے مراد وہ محفلیں، اجتماعات اور کھان وپکوان وغیرہ ہیں جن کا نظم ونسق انبیاء واولیاء اور صالحین کی یوم پیدائش کی مناسبت سے کیا جاتا ہے۔
* ان مجلسوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انبیاء واولیاء کی تعظیم بجالائی جائے، ان کی محبت کا اظہار کیا جائے اور وہ جس وقت اور جس جگہ پیدا ہوئے، اس وقت اور جگہ سے برکت حاصل کی جائے، اور بھی دیگر اسی طرح کے مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں۔
* عید میلاد کبھی وقتِ پیدائش کی وجہ سے منائی جاتی ہے تو کبھی جائے پیدائش کی وجہ سے۔
* وقتِ پیدائش سے مراد یہ ہے کہ وقت متعینہ پر نبی ﷺ یا شیخ (پیر وبزرگ) کی ولادت کا جشن منایا جائے۔
* جائے پیدائش سے مراد یہ ہے کہ آپ کی قبر کے پاس اور اس کے ارد گرد آپ کی ولادت کا جشن منایا جائے، قبر کی زیارت کے ذریعہ اور ان رسم ورواج کو بروئے عمل لاکر جو جشن میلاد منانے والوں کے یہاں مشہور ہیں۔
* ہر قسم کی جشن میلاد اسلام میں ایجاد کردہ بدعت ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے اپنی ولادت کا جشن نہیں منایا، نہ ہی آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے آپ کا

جشن میلاد منایا، اور نہ ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اپنا جشن ولادت منایا۔

* عمل صالح کی حد درجہ حرص رکھنے کے باوجود جب صحابہ کرام جشن ولادت نہیں مناتے تھے، تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا دین اسلام کا حصہ نہیں ہے۔
* امام دار الہجرۃ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:.....جو عمل اس زمانہ میں دین (کا حصہ) نہیں تھا، وہ آج بھی دین (کا حصہ) نہیں ہو سکتا۔
* یعنی کہ جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا..کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے (قبل ہی) اللہ نے دین کو مکمل کر دیا، اللہ فرماتا ہے:﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ﴾ [سورة المائدة:٣].

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا......

* سب سے پہلے جنہوں نے جشن میلاد کی ایجاد کی وہ رافضی عبیدی ہیں، چوتھی صدی میں مصر پر جن کی حکومت تھی..اس سے قبل جشن میلاد نام کی کوئی چیز نہ تھی، نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن میلاد منایا جاتا اور نہ انبیاء و صالحین کا۔
* فیصلہ آپ خود کر لیں کہ آپ رافضی عبیدیوں کی (ایجاد کردہ) سنت کو محبوب رکھتے ہیں یا خیر المرسلین کی سنت کو؟
* یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی کتابوں میں نہ تو آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جشن ولادت کا کوئی ذکر پائیں گے اور نہ کسی اور کے جشن ولادت کا، کیوں کہ ان کے زمانے میں جشن میلاد نام کی کوئی چیز ہی نہ تھی۔

* نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناو اور میری قبر کو میلا نہ بناو (کہ سب لوگ وہاں اکٹھا ہوں)، اور میرے اوپر درود بھیجا کرو کیونکہ تم جہاں بھی رہو گے تمہارا درود مجھے پہنچایا جائے گا"(۷)۔
* نبی ﷺ نے اپنی قبر کو میلا بنانے سے منع فرمایا ہے جہاں لوگ اکھٹا ہوا کریں، جیسا کہ آج کل حسین، بدوی، برعی، عیدروس، شاذلی اور شیخ عبد القادر جیلانی ...وغیرہم کے جشن میلاد میں کیا جاتا ہے۔ جشن کی ان محفلوں میں شرک وبدعت، رقص وسرود، اختلاط مردوزن اور اخلاقی گراوٹ ..کے جو مظاہر سامنے آتے ہیں وہ کسی بھی شخص سے مخفی وپوشیدہ نہیں۔
* جب نبی ﷺ نے اپنے لئے کوئی میلا لگانے اور جشن منانے سے منع فرمایا ہے تو آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے اس طرح کا جشن منانا تو بدرجہ اولی ممنوع ہو گا۔
* عید میلاد النبی اور دگر جشن میلاد کی ایک خرابی یہ ہے کہ یہ ایسی عید ہے جو (دین میں ایجاد کردہ) بدعت ہے، کیوں کہ اسلام میں دو عید: عید الفطر اور عید الاضحٰی کے علاوہ تیسری کوئی عید نہیں...
* جشن میلاد سے مراد وہ عیدیں ہیں جن کا تعلق وقت اور جگہ دونوں سے ہے۔

(۷) اس حدیث کو امام ابوداود نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔

* کسی شخص کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ کسی وقت یا جگہ کو خاص کر لے اور اسے عید بنادے، کیوں کہ یہ اختیار صرف ایک اللہ کو ہے، نہ کہ مخلوق کو، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ﴾ [سورة القصص:٦٨].

ترجمہ: اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

اللہ تعالی نے ہی زمان ومکان کو پیدا فرمایا اور وہی ہے جو ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت وبرتری عطا کرتا ہے۔

* جو شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ جشن میلاد منانا بدعت حسنہ ہے وہ حق وراستی سے دور ہے اور نہایت حیرت وتعجب کی بات کرتا ہے، کیوں کہ جو انسان بھی ان محفلوں میں ہونی والی برائیوں کو دیکھے گا وہ یہی کہے گا کہ یہ بدعت حسنہ نہیں بلکہ بدعت سیئہ ہے ،باطل وبے بنیاد عمل ، جھوٹ وفریب اور گمراہی ہے۔

* اسلام میں بدعت حسنہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے، بلکہ ہر بدعت گمراہی ہے، نبی ﷺ ہر جمعہ کو منبر پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ:"....وكل بدعة ضلالة...."یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔اس حدیث میں وارد لفظ "کل" عموم پر دلالت کرنے والے الفاظ میں سے ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواہ بدعت جس شکل میں بھی ہو، وہ گمراہی ہے۔

* میرے اسلامی بھائی! جشن میلاد کی محفلوں میں جانے سے گریز کریں کیوں کہ یہ ایک برا کام، جھوٹ وفریب اور باطل وبے بنیاد عمل ہے۔

* نبی ﷺ اور اولیاء کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ سنت کی اتباع کی جائے اور بدعت سے دور رہا جائے۔

ہم تمام لوگوں کے لئے ہدایت وراستی کی دعا کرتے ہیں...

الحمدللہ گیارہواں درس ختم ہوا

(۱۲)

اسلام میں جادو کا حکم

* جادو اسلام کے منافی اعمال میں سے ہے، کیوں کہ جادوگر اسی وقت جادوگر بنتا ہے جب وہ اللہ تعالی کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرے۔

* اللہ فرماتا ہے:﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُوا۟ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ﴾ [سورة البقرة:۱۰۲].

ترجمہ: سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔

* جادو یہودیوں کے اعمال میں سے ہے، اللہ تعالی ان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿يُؤْمِنُونَ بِٱلْجِبْتِ وَٱلطَّٰغُوتِ﴾ [سورة النساء:۵۱].

ترجمہ: وہ بت کا اور باطل معبود کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

* حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: (اس آیت میں) جبت سے مراد جادو اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔

* جادو سے مراد وہ منتر، جھاڑ پھونک اور گرہ بندیاں ہیں جو دلوں اور جسموں پر اثر انداز ہوتی ہیں، کسی کی جان لے لیتی ہیں تو کسی کو بیمار کر دیتی ہیں، اور میاں بیوی کے درمیان تفرقہ پیدا کرتی ہیں۔

* جو شخص جادو کا عمل اختیار کرتا ہے اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا۟ لَمَنِ ٱشْتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ مِنْ خَلَٰقٍ﴾ [سورة البقرة:١٠٢].

ترجمہ: وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

یعنی اس کے لئے رحمت الہی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

* نبی ﷺ نے فرمایا: "ان سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں بچتے رہو... ان میں آپ نے جادو کا بھی ذکر فرمایا"(٨)۔

* اس حدیث میں موبقات کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں: ہلاک وبرباد کردینے والے گناہ۔

* جادوگروں (کا حکم یہ ہے کہ وہ) فاجر اور کافر ہیں، وہ اسی وقت اپنے جادو ٹونا میں کامیاب ہوتے ہیں جب شرک اور کفر کا ارتکاب کرتے ہیں، کیوں کہ شیاطین انہیں کفر کا حکم دیتے ہیں تاکہ وہ جادوگر بن سکیں اور شیاطین ان کی خدمت کر سکیں۔

* شیاطین انہیں یہ بھی حکم کرتے ہیں کہ وہ ان کو سجدہ کریں، قرآن کو ناپاک جگہوں پر ڈال کر اس کی توہین کریں، یا خون اور گندگیوں سے قرآن کو لکھیں-اللہ انہیں

---

(٨) متفق علیہ

غارت کرے- اس کے علاوہ بھی دیگر ناپاک اور خبیث چیزوں کا انہیں حکم دیا جاتا ہے تاکہ وہ شیاطین کے قریب ہو سکیں اور ان کی خدمت حاصل کر سکیں۔

* اسی لئے اسلام میں جادوگروں کی سزا قتل مقرر کی گئی ہے۔
* حضرت جندب رضی اللہ عنہ مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ: "جادوگر کی سزا تلوار سے گردن مارنا ہے"(۹)۔
* مسلمان کے اوپر یہ حرام ہے کہ وہ جادوگروں، کاہنوں اور شعبدہ بازوں کے پاس علاج کے لئے جائے، اگرچہ جادوگر شیخ (پیر و بزرگ) ہونے کا دعوی ہی کیوں نہ کرے، جیسا کہ بعض صوفی پیروں کی روش رہی ہے۔
* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص عراف (نجومی) کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہوگی"(۱۰)۔
* نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے، تو اس نے ان چیزوں کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہیں"(۱۱)۔
* ہتھیلی اور پیالہ میں پڑھنے والے، رمال(۱۲) اور برجوں اور ستاروں میں دیکھ کر (حالات کا پتہ لگانے والے) سارے لوگ ان کاہنوں میں سے ہیں جو علم غیب کا (جھوٹا) دعوی کرتے ہیں۔

---

(۹) اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

(۱۰) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۱۱) اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔

* ان سے سوال کرنا، خواہ ان سے مل کر پوچھا جائے یا موبائل پر، یا ٹی وی چینلز پر ان کے پروگرام دیکھنا، یہ سب حرام ہیں اور اس وعید میں داخل ہیں جو مذکورہ احادث کے اندر وارد ہوئی ہے۔

* غیب کا علم صرف اللہ کو ہے، یہ علم اللہ تعالی کی ربوبیت کے خصائص میں سے ہے۔

* اللہ فرماتا ہے:﴿قُل لَّا يَعۡلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ٱلۡغَيۡبَ إِلَّا ٱللَّهُۚ﴾ [سورة النمل: ٦٥].

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔

* حتی کہ محمد ﷺ بھی اپنی زندگی میں علم غیب سے نا آشنا تھے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:﴿وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ﴾ [سورة الأعراف: ١٨٨].

ترجمہ: اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا۔

* بندہ مسلم کے لئے یہ ضروری ہے کہ جادوگروں کے شر سے اللہ کی حفاظت میں آنے کے لئے شرعی اذکار واوراد کے ذریعہ اللہ کی پناہ طلب کیا کریں۔

* ان اذکار میں: آیۃ الکرسی، سورۃ البقرۃ، اور معوذات سر فہرست ہیں۔

---

(۱۲) ایک خرافی علم جس کی بنیاد پر غیب کی خبر دے۔

* بندہ مسلم کو چاہئے کہ اپنے گھر میں دعا کی چند کتابیں رکھیں اور حسب استطاعت دعائیں یاد کیا کریں، اس موضوع پر چند اہم کتابیں یہ ہیں:

۱-الاذکار / النووی۔

۲-الوابل الصیب / ابن القیم۔

۳-تحفۃ الاخیار / ابن باز۔

۴- حصن المسلم / سعید بن وہف۔

اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

* مائیں صبح وشام معوذات پڑھ کر اپنے بچوں کو دم کرنا نہ بھولیں، پھر جب بچے بولنے لگیں تو انہیں معوذات اور آیۃ الکرسی یاد کرادیں اور انہیں یہ سکھائیں کہ ہر حال میں اللہ کا نام لیتے رہیں۔

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ ہمیں شر پسندوں کے شر اور فاجروں کے مکر سے اپنی حفاظت میں رکھے.... اللہم آمین۔

الحمدللہ بارہواں درس ختم ہوا۔

(۱۳)

اسلام میں محبت

اللہ کی محبت:

* یہ ایسا رتبہ ہے جس کو پانے کے لئے باہم منافست رکھنے والے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے، سبقت لے جانے والے اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے کمربستہ رہتے اور اس کی خاطر اہل حب وصفا اپنی جانیں نچھاور کرتے ہیں۔ یہ دلوں کی خوراک، روح کی غذا اور آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔
* یہی محبت دین اسلام کی بنیاد ہے جس پر اس کا مدار وانحصار ہے، یہ محبت جب پایہ کمال کو پہنچتی ہے تو ایمان بھی کامل ہوتا ہے اور جب اس میں کمی آتی ہے تو انسان کی توحید بھی ناقص ہوتی ہے۔
* نبی ﷺ کی دعا ہے کہ: "وأسألك حبَّكَ وحُبَّ من يحبُكَ وحبَّ عملٍ يقرِّبني إليكَ"

ترجمہ: " میں تجھ سے اور اس شخص سے جو تجھ سے محبت کرتا ہو، محبت کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، اور تجھ سے ایسے کام کرنے کی توفیق چاہتا ہوں جو کام تیری محبت کے حصول کا سبب بنے"۔

* اللہ کی محبت سب سے عظیم عبادت ہے، یہ ایسی محبت ہے جس سے بندگی، تواضع وانکساری، خشوع وخضوع، تعظیم، کمال اطاعت وتابعداری اور اللہ جل جلالہ کو دیگر تمام مخلوقات پر ترجیح دینا لازم آتا ہے۔

* یہ محبت اپنے مذکورہ اوصاف کے ساتھ، صرف اللہ تعالی کے لئے زیبا ہے، جس نے غیر اللہ کے لئے اس محبت کا ادنی حصہ بھی خاص کیا تو اس نے شرک کیا۔

* اللہ نے مشرکوں کا شرک واضح کرتے ہوئے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ جن کو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے، اللہ تعالی فرماتا ہے :﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ﴾ [سورة البقرة:١٦٥].

ترجمہ: بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیئے۔

یعنی محبت اور تعظیم میں انہیں اللہ کے برابر وہمسر ٹھہراتے ہیں، جیسا کہ وہ اپنے بتوں اور نیک وصالح بزرگوں اور ان کے علاوہ دیگر (مردوں) کی مورتیوں کے ساتھ کرتے ہیں، محبت، تواضع وانکساری اور خشوع وخضوع کی ایسی عبادت ان کے لئے انجام دیتے ہیں جو صرف اللہ تعالی کے لئے زیبا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ جہنم رسید ہوں گے تو اپنے شریکوں (معبودوں) کو کہیں گے:﴿ تَٱللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٩٨﴾ ﴾ [سورۃ الشعراء:۹۷-۹۸].

ترجمہ: قسم اللہ کی! یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے جبکہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے۔

یعنی محبت اور تعظیم میں (تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے)۔

* اللہ کے لئے کی جانے والی سچی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کو جو چیز محبوب و پسند ہو اسے نفس کی خواہشات پر ترجیح دی جائے۔

* اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿ قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٤﴾﴾ [سورة التوبة: ٢٤].

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

* اللہ تعالی کے لئے کی جانے والی سچی محبت کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ محمد ﷺ کی اتباع و پیروی کی جائے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾﴾ [سورة آل عمران:٣١].

ترجمہ: کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

* اللہ تعالی کے لئے کی جانے والی سچی محبت کا تقاضہ ہے کہ رسول ﷺ کی محبت کو ہر چیز پر فوقیت دی جائے، حتی کہ اپنی جان پر بھی اسے مقدم رکھا جائے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:" تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے"۔

* اس محبت کا تقاضہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کو ہر کسی کے قول پر مقدم رکھا جائے خواہ قائل کا جو بھی مرتبہ ہو۔

* سچی محبت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ ایمان اور مومنوں سے محبت رکھی جائے اور کفر اور کافروں سے بغض ونفرت رکھی جائے ، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأَخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾ [سورة المجادلة:۲۲].

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔

* اسلام، انسانی جذبات واحساسات اور فطری محبت سے منع نہیں کرتا، بلکہ نبی ﷺ حلوا، شہد کو پسند فرماتے اور اپنی بیویوں کو محبوب رکھتے تھے، ان میں سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

* والدین اور اولاد کی محبت، فطری اور طبعی محبت ہے۔

* مسلم دوستوں اور رفقاء کار کی محبت بھی فطری محبت ہے۔

* بھوکے انسان کا کھانے کی خواہش کرنا اور پیاسے کا پانی کی چاہت رکھنا بھی فطری اور طبعی محبت ہے جس سے توحید پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔
* مال ودولت اور ملک ووطن سے محبت رکھنا بھی فطری اور طبعی محبت ہے جس سے توحید متاثر نہیں ہوتی، بشرطیکہ اس محبت کو اللہ کی محبت پر مقدم نہ رکھا جائے۔
* ایمان کا سب سے مضبوط بندھن یہ ہے کہ محبت ونفرت صرف اللہ کی خاطر کی جائے۔
* جو لوگ اللہ کی جلالت وکبریائی کی خاطر محبت کرتے ہیں، وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے۔

الحمدللہ تیرہواں درس ختم ہوا۔

(۱۴)

اسلام میں خوف

* خوف، دین کے افضل اور اعلی مراتب میں سے ایک ہے، اللہ تعالی نے اپنی کتاب کے اندر معزز و مقرب فرشتوں، اولیاء اور صالحین کے متعلق خوف کا ذکر فرمایا ہے۔

* اللہ فرماتا ہے:﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۩ ﴿٥٠﴾﴾ [سورۃ النحل:۵۰]

ترجمہ: وہ اپنے رب سے، جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

* نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾﴾ [سورۃ الأنبیاء:۲۸].

ترجمہ: وہ اسی کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔

* اللہ مزید فرماتا ہے:﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿٤٦﴾﴾ [سورۃ الرحمن:۴۶].

ترجمہ: اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، دو باغ ہیں۔

* اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ﴿١٤﴾﴾ [سورۃ إبراھیم:۱۴].

ترجمہ: یہ ہے ان کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میری وعید سے خوفزدہ رہیں ۔

انسان کو لاحق ہونے والے خوف کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسا خوف جو شرک ہے:

* یہ مخفی خوف ہے، یعنی کہ انسان کو غیر اللہ سے یہ خوف ہو کہ وہ اپنی مشیت اور قدرت سے اس کو بیماری، فقر ولاچارگی اور قتل جیسی چیزوں سے دوچار کر سکتا ہے۔
* اسی کا عقیدہ مشرکین اپنے معبودوں کے تئیں رکھتے تھے...
* آج کے قبر پرست لوگ مردوں کے تعلق سے یہی عقیدہ رکھتے ہیں، اس لئے ان سے دعائیں کرتے ہیں، اور اپنے وہم وگمان کے مطابق ان سے خوف کھاتے ہوئے اور ان کی برکات حاصل کرنے کی امید میں ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اور نذر مانتے ہیں...
* اگر ان سے اللہ کی قسم طلب کی جائے تو وہ جھوٹی قسم کھانے میں بھی دریغ نہیں کرتے، جب کہ اگر ان سے اس مردہ کی قسم طلب کی جائے جس کے تعلق سے وہ بدعقیدگی کے شکار ہیں، تو وہ قسم کھانے سے باز رہتے ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ کے خوف سے زیادہ اس مردہ کا خوف پیوست ہے جو مٹی میں مدفون ہے، اللہ کی پناہ۔
* اس قسم کا خوف شرک اکبر ہے جو انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اللہ کی پناہ۔

دوسری قسم: فطری خوف:

* اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی دشمن یا خوفناک جانور وغیرہ سے خوف کھائے، اس خوف میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی خوف کا ذکر اللہ نے موسی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَتَرَقَّبُ﴾ [سورة القصص: ٢١].

ترجمہ: پس موسیٰ (علیہ السلام) وہاں سے خوفزدہ ہو کر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے۔

تیسری قسم: اللہ نے انسان پر جو اطاعت الہی اور عمل صالح واجب ٹھہرایا ہے ، انہیں لوگوں کے ڈر سے ترک کردے ، اس قسم کا ڈر اورخوف حرام ہے:

* اللہ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوۡلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمۡ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ١٧٥﴾ [سورة آل عمران: ١٧٥].

ترجمہ: یہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تو تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔

یعنی وہ اپنے دوستوں سے تمہیں ڈارتے ہیں اور تمہارے اندر یہ وہم پیدا کرتے ہیں کہ وہ تمہارا رزق روک لیں گے اور یہ کہ وہ بڑے طاقت وزور والے ہیں۔

🕮 چوتھی قسم: اللہ نے گناہ گاروں کو جس عذاب کی وعید سنائی ہے، اس سے خائف ہونا:

* اللہ تعالی نے اسی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ﴿١٤﴾﴾ [سورة إبراهيم:١٤].

ترجمہ: یہ ہے ان کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میری وعید سے خوفزدہ رہیں۔

* نیز فرمایا: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ ﴿٤٦﴾﴾ [سورة الرحمن:٤٦].

ترجمہ: اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔

* یہ خوف ایمان کے اعلی ترین مراتب میں سے ہے، یہی وہ خوف ہے جو انسان کو گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھتا ہے، یہی وہ خوف ہے جو امید ورجاء کے ساتھ مربوط ہے، ہم ان دونوں کے بغیر اللہ تک رسائی حاصل نہیں کرسکتے، کیوں کہ خوف گناہوں سے روکتا ہے اور امید نیکیوں پر ابھارتی ہے..

* اس کے علاوہ جو بھی خوف ہے وہ غیر ضروری ہے..

نیک کام کی توفیق اللہ ہی سے ملتی ہے، درود وسلام نازل ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ پر۔

الحمد للہ چودھواں درس ختم ہوا۔

❁ ❁ ❁

(۱۵)

الله پر توکل اور بھروسه

* اللہ پر توکل یہ ہے کہ انسان کا دل اللہ پر بھروسہ کرے اور تمام تر معاملات اسی کے سپرد کردے، اس کے سوا کسی اور سے امید نہ لگائے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور سے وابستہ رہے۔

* اللہ پر توکل، توحید کے اعلی ترین مراتب میں سے ایک ہے، اللہ نے اسے ایمان کی شرط قرار دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ۝٨٤﴾ [سورة يونس:٨٤]. ترجمہ: اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو۔

* اللہ پر توکل کرنا مومنوں کی صفات میں سے ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٢﴾ [سورۃ الأنفال:۲].

ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

* جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے، اللہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے، پھر اسے کسی اور شخص کی ضرورت نہیں پڑتی۔

* اللہ فرماتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَسْبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝٦٤﴾ [سورة الأنفال:٦٤].

ترجمہ: اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کو جو تیری پیروی کر رہے ہیں۔

* اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥ﴾ [سورة الطلاق: ۳].

ترجمہ: جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہو گا۔

* ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: " یعنی اللہ ایسے شخص کے لئے کافی ہوتا ہے، اور جس شخص کے لئے اللہ کافی و محافظ ہو تو دشمن اس کا بال بانکا نہیں کر سکتا اور نہ اسے کوئی اذیت لاحق ہو سکتی ہے، سوائے اس تکلیف کے (جو بتقاضائے بشریت ہر انسان کو) لازمی طور پر لاحق ہوا کرتی ہے جیسے ٹھنڈی و گرمی اور بھوک و پیاس"۔

* نصرت و مدد، رزق اور تحفظ کی طلب میں غیر اللہ پر توکل کرنا شرک اکبر ہے، کیوں کہ یہ ایسے امور ہیں جن پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں۔

* یہ وہ شرک ہے جس میں قبر پرست حضرات مبتلا ہیں، کیوں کہ وہ قبر والوں سے یہ فریاد کرتے ہیں کہ وہ انہیں دشمن سے محفوظ رکھیں اور انہیں دشمنوں پر فتح و نصرت عطا کریں۔

* جیسا کہ کسی پجاری نے اس وقت کہا تھا جب تاتاریوں نے دمشق پر حملہ کیا تھا کہ:

يا خائفين من التتر	لوذوا بقبر أبي عمر
لوذوا بقبر أبي عمر	ينجيكموا من الضرر

ترجمہ: اے تاتاریوں سے ڈرنے والو! ابو عمر کی قبر کی پناہ لو۔ ابو عمر کی قبر کی پناہ لو، وہ تمہیں نقصان سے بچالے گا۔

اس شرک سے ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

* کسی کو اپنا وکیل اور نائب بنانے کا جائز طریقہ یہ ہے کہ انسان ایسا کوئی معاملہ اپنے وکیل کو سپرد کرے جس پر وہ قدرت رکھتا ہو، اس کو توکیل (کسی کو اپنا نائب اور وکیل بنانا) کہتے ہیں نہ کہ توکل کرنا۔

* اللہ پر توکل اسی وقت مکمل ہوتا ہے جب انسان ان اسباب کو بھی اختیار کرے جن کا حکم اللہ نے دیا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسے ہی توکل (بھروسہ) کرو جیسا کہ اس پر توکل (بھروسہ) کرنے کا حق ہے، تو وہ تم کو ایسے رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح میں خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں"۔ آپ نے یہ ذکر کیا کہ پرندے صبح کو (رزق کی تلاش میں) نکلتے اور شام کو لوٹتے ہیں (اور تلاش معاش کے لئے نکلنا اسباب رزق میں سے ہے)۔

* یمن کے باشندے جب حج کے لئے نکلتے تو توشہ ساتھ نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ: ہم اللہ پر توکل کرنے والے لوگ ہیں، لیکن جب مکہ پہنچتے تو لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلاتے، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَتَزَوَّدُوا۟ فَإِنَّ خَيْرَ ٱلزَّادِ ٱلتَّقْوَىٰ﴾ [سورة البقرة:١٩٧].

ترجمہ: اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو، سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔

* نبی کے ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں اونٹ کو پہلے باندھ دوں پھر اللہ پر توکل کروں یا چھوڑ دوں پھر توکل کروں؟ آپ نے

فرمایا: "اسے باندھ دو، پھر توکل کرو"۔اس طرح آپ نے یہ حکم دیا کہ اونٹنی کی حفاظت کے لئے دل تو اللہ پر توکل کرے لیکن ساتھ ہی سبب پر بھی عمل کرے۔

الحمدللہ پندرہواں درس ختم ہوا۔

(١٦)

ایمان باللہ کا ایک رکن یہ ہے کہ تقدیر الٰہی پر صبر کیا جائے

* اللہ نے اپنی حکمت اور عدل سے یہ فیصلہ لیا کہ نوع انسانی کو اوامر ونواہی کے ساتھ ہی اللہ کی مقدر کردہ مصیبتوں کے ذریعہ بھی آزمایا جائے۔

* اللہ تعالی نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم فقیری وغریبی، بیماری، حادثات اور موت جیسی تکلیف دہ تقدیر پر صبر وشکیبائی سے کام لیں...

* اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱصْبِرُوا۟﴾ [سورة آل عمران:٢٠٠].

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو۔

* نیز فرمایا: ﴿وَٱصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِٱللَّهِ﴾ [سورة النحل:١٢٧].

ترجمہ: آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے۔

* صبر کرنے والوں سے اللہ نے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، قرآن حکیم میں اللہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [سورة الزمر:١٠].

ترجمہ: صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔

* نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "صبر روشنی ہے"[١٣]۔

* نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملا۔"[١٤]۔

---

(١٣) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

جس صبر کا حکم دیا گیا ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

١-اللہ کی اطاعت پر صبر۔

٢-اللہ کی معصیت سے بچنے پر صبر۔

٣-اللہ کی تکلیف دہ تقدیر پر صبر۔

تقدیر الٰہی پر صبر کرنے کا مطلب:

* (نفس کو جزع فزع، زبان کو شکوہ اور اعضاءوجوارح کو محرمات سے روکنا)۔

* جب انسان کسی مصیبت سے دوچار ہو تو اسے چاہئے کہ صبر سے کام لے، صبر کرنا واجب ہے، اس پر راضی رہنا باعث اجر وثواب ہے، یہ ایمان کا ایک اعلی مرتبہ ہے۔

صبر کے منافی امور:

١-چہرہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا اور نوحہ کرنا۔

* نبی ﷺ کا ارشاد ہے : "جو شخص (کسی میت پر) اپنے رخسار پیٹے ، گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

* نیز آپ ﷺ نے فرمایا:"لوگوں میں دو باتیں موجود ہیں اور وہ کفر ہیں۔ ایک نسب میں طعنہ کرنا، دوسرا میت پر چلا کر رونا"۔

نوحہ کرنے کا مطلب:

* میت پر بلند آواز کے ساتھ رونا اور اس کے اوصاف وشمائل شمار کرنا۔

---

(١٤) متفق علیہ

* البتہ بغیر آواز بلند کئے ہوئے رونا ممنوع نہیں ہے۔
* نبی ﷺ نے حالقہ -جو مصیبت کی وجہ سے اپنے بال منڈوالے- اور صالقہ -جو بلند آواز کے ساتھ میت پر روئے- اور شاقہ -جو میت پر اپنے حزن وملال کا اظہار کرتے ہوئے دامن پھاڑے- (ان تینوں) سے اپنی براءت کا اظہار کیا ہے۔
* اس قسم کے لوگوں سے نبی ﷺ کی براءت کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام اعمال کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔
* مومن پر جب کوئی مصیبت آئے تو اس کے لئے یہ دعا پڑھنا مشروع ہے: "إنا لله وإنا اليهِ راجعون، اللّهم آجرِني في مصيبتي واخلف لي خيرًا منها" یعنی: ہم سب اللہ کے مال وملکیت ہیں اور ہم سب اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ یا اللہ! مجھے اس مصیبت کا ثواب دے اور اس کے بدلہ میں اس سے اچھی عنایت فرما۔
* مصیبت زدہ کی تعزیت کرنا اور اسے تسلی دیتے ہوئے یہ کہنا سنت ہے کہ: اللہ آپ کو بہتر تسلی دے، آپ کا اجر دوبالا فرمائے، آپ کی مصیبت دور کر دے، اور میت کی مغفرت فرمائے...
* میت کے اہل خانہ کا غم ہلکا کرنے اور ان کی مصیبت دور کرنے کی غرض سے ان کے لئے کھانا تیار کرنا سنت ہے، نبی ﷺ ارشاد فرمایا: " جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا پکاؤ، اس لیے کہ آج ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جس میں وہ مشغول ہیں"۔

* یہ ایک بدعت ہے کہ خیمہ لگایا جائے اور تعزیت کے لئے لوگ وہاں جمع ہوں اور تعزیت داروں کے لئے کھانے بنائے جائیں۔
* مصیبت زدہ کی تعزیت کسی بھی جگہ کی جاسکتی ہے، اس کے گھر میں، مسجد کے اندر یااس کی آفس اور کاروباری جگہ پر بھی۔
* اس میں کوئی حرج نہیں کہ میت کے سرپرست حضرات کسی ایک گھر میں جمع ہوجائیں تاکہ تعزیت داروں کے لئے تعزیت کرنے میں آسانی ہو، تاہم نوحہ اور ماتم کی شکل میں نہیں۔

الحمدللہ سولہواں درس ختم ہوا۔

(۱۷)

ریا کاری شرک ہے

ریاکاری یہ ہے کہ:

* بندہ کوئی نیک عمل اس غرض سے انجام دے کہ لوگ اسے دیکھیں اور اس کی تعریف کریں، ریا، رؤیت سے مشتق ہے، کیوں کہ ریاکار شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کو دیکھیں۔

* ریاکاری منافقوں کی خصلتوں میں سے ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوٓا۟ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُوا۟ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾﴾ [سورة النساء:١٤٢].

ترجمہ: بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں، اور یاد الٰہی تو یوں ہی سی برائے نام کرتے ہیں۔

* بندہ پر یہ واجب ہے کہ وہ عمل صرف اللہ کی رضا کے لئے کرے، ورنہ اس کا عمل ناقابل قبول ہوگا، خواہ بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہو، اللہ فرماتا ہے:﴿فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴿١١٠﴾﴾ [سورة الكهف:١١٠].

ترجمہ: جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

* ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مرفوعا(نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) بیان کرتے ہیں کہ:"(آپ نے فرمایا) کیا میں تمہیں ایسے عمل کے بارے میں نہ بتادوں جو میرے نزدیک مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: شرک خفی، (اور وہ یہ ہے کہ) آدمی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنی نماز کو خوبصورتی سے ادا کرے تاکہ لوگ اسے دیکھیں"(١٥)۔

* ریاکاری، نیک لوگوں کے لئے مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے کیوں کہ یہ ایک پوشیدہ چیز ہے، اس کا سبب بڑا قوی ہوتا ہے اور اس سے نجات پانا مشکل ہوتا ہے۔

* جب شیطان اس مشن میں ناکام ہو جاتا ہے کہ نیک وصالح لوگ عمل کرنا ترک کردیں، تو شیطان ریاکاری کے ذریعہ ان کا عمل برباد کردینا چاہتا ہے۔

* حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ:"میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی اور بے نیاز ہوں، جس نے کوئی عمل کیا، اور اس میں میرے علاوہ کسی اور کو شریک کیا، تو میں اس سے بری ہوں، اور وہ اسی کے لیے ہے جس کو اس نے شریک کیا"(١٦)۔

* جب اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ بندہ مسلم نیک کام کا آغاز کرے، پھر اس کے ذہن میں ریا کی نیت در آئے لیکن وہ شیطان کو زیر کرکے اس خیال کو دور کردے تو شیطان کا مقابلہ کرنے اور خیال کو دور کرنے پر وہ اجر کا مستحق ہے۔

(١٥) اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(١٦) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

* لیکن اگر ریاکاری کو باقی رکھے تو اس کا وہ عمل غارت ہو جائے گا جس میں ریاکاری کی آمیزش ہو، اور اس کی وجہ سے وہ گناہ گار بھی ہو گا۔

* ریاکار انسان کمزور ذہن ودل کا مالک ہوتا ہے، بھلا ایسے شخص کے لئے کیوں نمایش اور ریاکاری کرتا ہے جو نہ تو ثواب کا مالک ہے نہ عقاب کا!

* ریاکار انسان اس مسافر کی طرح ہوتا ہے جو اپنے توشہ دان میں ریت بھر کر چلے، جو اسے بوجھل تو رکھے لیکن فائدہ نہ پہنچا سکے۔

* ریاکار کی ریاکاری لوگوں کے سامنے منکشف ہو جایا کرتی ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

ثوب الرياء يشف عما تحته فإذا اشتملت به فإنك عاري

ترجمہ: ریاکاری کا لبادہ ریاکار کے باطن کا پردہ فاش کردیتا ہے۔ اگر تم یہ لبادہ اوڑھوگے تو برہنہ ہو جاؤگے۔

* ریاکاری اگر تھوڑے مقدار میں ہو تو شرک اصغر ہے، تاہم اگر زیادہ ہو جائے تو ریاکار کا عمل غیر اللہ کے لئے قرار پاتا ہے، جس سے وہ عمل شرک اکبر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

ہم اللہ سے عافیت وسلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

الحمدللہ سترہواں درس ختم ہوا۔

(١٨)

غیر اللہ کی طرف نعمتوں کی نسبت کرنا شرک ہے

* اللہ تعالی ہی اپنی مخلوق کو ہر طرح کے حسی اور معنوی انعامات سے نوازتا ہے، جیسا کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ﴾ [سورة النحل:٥٣].

ترجمہ: تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔

نیز فرمایا:﴿وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ﴾ [سورة لقمان:٢٠].

ترجمہ: تمہیں اپنی ظاہری وباطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔

* بندہ پر یہ واجب بنتا ہے کہ وہ اپنے رب کے فضل واحسان کا اعتراف کرے اور اس پر شکر بجالائے، نعمتوں کا شکرانہ یہ بھی ہے کہ ان کی نسبت منعم و محسن سبحانہ وتعالی کی طرف کی جائے۔

* اللہ فرماتا ہے:﴿ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا ﴾ [سورة النحل:٨٣].

ترجمہ: یہ اللہ کی نعمتیں جانتے پہچانتے ہوئے بھی ان کے منکر ہو رہے ہیں۔

* مجاہد کہتے ہیں: اس سے مراد انسان کا یہ کہنا ہے کہ: یہ میرا مال ہے جو مجھے اپنے آباء واجداد سے وراثت میں ملا ہے۔

* یعنی جب اسے نعمتِ مال کی یاددہانی کرائی جاتی ہے تو وہ منعم حقیقی کو فراموش کر دیتا ہے جو کہ اللہ کی ذات ہے، اور اس نعمت کو اپنے آباء واجداد کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے جن سے یہ مال اسے وراثت میں ملا ہوتا ہے۔

* اللہ تعالی نے ایسا کرنے کو نعمت کا انکار کرنے سے موسوم کیا ہے۔

* عون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ: لوگ کہتے ہیں کہ: اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔
* فلاں کی طرف نعمت کی نسبت کرنا اور اللہ کو فراموش کر دینا دراصل اس نعمت کا انکار کرنا ہے۔
* اللہ فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [سورة البقرة: ٢٢].

ترجمہ: خبر دار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔

* ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: اس سے مراد لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ: اگر یہ کتا نہ ہوتا تو ہمارے گھر میں چور گھس آتے، اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو چور داخل ہو جاتے، نیز آدمی کا یہ کہنا کہ: اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا (تو ایسا نہ ہو پاتا)، اس جملہ میں فلاں کا اضافہ نہ کرو، یہ سب شرک ہے۔
* ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "یہ مت کہو کہ: اللہ اور فلاں نے مجھے بچالیا ورنہ میں غرقاب ہو جاتا، ایسا کہنا حرام اور ناجائز ہے، کیوں کہ تم نے سبب کو جو کہ مخلوق ہے، خالقِ سبب کے برابر کر دیا، اور یہ ایک قسم کا شرک ہے"۔
* نعمت کی نسبت میں مخلوق کو خالق کے برابر کرنا شرک ہے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، تاہم یہ شرک اصغر ہے اور الفاظ کا شرک ہے۔
* اگر یہ کہے کہ: اگر محض اللہ نہ ہوتا تو میں غرق ہو جاتا، تو یہ (توحید کا) اکمل درجہ ہے، اگر کہے کہ: اگر اللہ پھر فلاں نہ ہوتا تو میں غرق ہو جاتا، تو ایسا کہنا بھی جائز ہوگا، کیوں کہ لفظِ (ثم_پھر) ترتیب اور تراخی (کسی چیز کے بعد آنا) پر دلالت کرتا ہے.. اس

طرح نعمت اللہ کے لئے ثابت ہوگی اور مخلوق کو اللہ کے بعد (بطور سبب) کے ذکر کیا جائے گا۔

* خلاصہ کلام یہ کہ اللہ کی طرف نعمت کی نسبت کرنے میں ادب کا پاس ولحاظ رکھنا واجب ہے۔

* اگر آپ سے یہ سوال کیا جائے کہ: امتحان میں کیسے کامیاب ہوئے؟ تو آپ یہ جواب دیں: یہ میرے رب کا فضل واحسان ہے، یہ نہ کہیں کہ: اپنی محنت اور کدوکاوش سے کامیابی ملی۔ البتہ آپ چاہیں تو یہ کہ سکتے ہیں کہ: اللہ کے فضل پھر اس کے بعد اپنی محنت سے (کامیابی ملی)۔

* اگر آپ کسی بیماری سے شفایاب ہوں تو یہ نہ کہیں کہ فلاں ڈاکٹر کا احسان ہے کہ میں ٹھیک ہوگیا، بلکہ آپ یہ کہیں کہ: یہ تو صرف اللہ کا فضل واحسان ہے۔ اگر آپ چاہیں تو یہ کہ سکتے ہیں کہ: اللہ کے فضل پھر اس کے بعد ڈاکٹر کی توجہ سے شفایابی ملی۔

* اگر اللہ آپ کو کسی کار حادثہ سے بچالے تو آپ یہ نہ کہیں کہ: چونکہ میں ایک ماہر ڈرائیور ہوں اس لئے میں نے بچنے کی تدبیر کرلی، بلکہ آپ یہ کہیں کہ: محض اللہ کے فضل واحسان سے محفوظ رہا۔

* تمام تر سبب اور مسبب کا خالق اللہ تعالی ہے.. ہر ایک چیز اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ہی وجود میں آتی ہے۔

الحمدللہ اٹھارہواں درس ختم ہوا۔

(۱۹)

غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے

میرے اسلامی بھائی! آپ یہ جان لیجئے کہ:

* توحید اسی وقت پایہ تکمیل کو پہنچ سکتی ہے جب کہ شرک کی ہر چھوٹی بڑی شکل سے اجتناب کیا جائے، یہاں تک کہ الفاظ میں بھی شرک کی آمیزش سے گریز کیا جائے، اگرچہ متکلم کا مقصد کوئی ناجائز معنی ادا کرنا نہ ہو۔
* لفظی شرک کی ایک قسم: غیر اللہ کی قسم کھانا بھی ہے۔
* قسم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ: جس چیز کی قسم کھائی جارہی ہے اس کو مؤکد کیا جائے، قسم کھانے والے اور جس کے لئے قسم کھائی جارہی ہے دونوں کے درمیان کسی قابل تعظیم ولائق احترام شخص کے ذکر کے ذریعہ.... جب کہ اللہ تعالی سے زیادہ کوئی عظیم وبرتر نہیں۔
* اللہ فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ٢٢﴾ [سورة البقرة:۲۲].

ترجمہ: خبردار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔

* ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ یوں کہیں: قسم ہے اللہ کی اور تمہاری اور میری زندگی کی اے خاتون۔
* یعنی مخلوق کی زندگی کی قسم کھانا ایسے ہی ہے جیسے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔

* نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ترجمہ: "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا (یا آپ نے فرمایا) اس نے شرک کیا"[۱۷]۔

* حضرت بریدہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ: "جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے"[۱۸]۔

* حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ چل رہے تھے اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار! اللہ تعالیٰ نے تمہیں باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع کیا ہے، جسے قسم کھانی ہے اسے (بشرط صدق) چاہئے کہ اللہ ہی کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے"۔

* ایک روایت میں آیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تب سے اللہ کی قسم میں نے (باپ دادا کی) قسم نہیں کھائی، نہ جان بوجھ کر اور نہ ہی کسی کی بات نقل کرتے ہوئے"۔

* ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ ایک مالکی عالم ہیں، وہ کہتے ہیں: اس بات پر اجماع ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں۔

* ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اللہ کی جھوٹی قسم کھاؤں، یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے بنسبت اس کے کہ میں غیر اللہ کی سچی قسم کھاؤں۔

---

(۱۷) اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(۱۸) اس حدیث کو امام ابوداود نے روایت کیا ہے۔

* اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی قسم کھانا توحید ہے، اگر چہ یہ قسم جھوٹی ہی کیوں نہ ہو، جب کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے، اگرچہ یہ قسم سچی ہی کیوں نہ ہو۔
* توحید کی نیکی سچائی کی نیکی سے بڑھ کر ہے، اور جھوٹ بولنے کی برائی شرک کی برائی سے کمتر وآسان ہے۔
* ابن مسعود کے مذکورہ اثر کے اندر اس بات کی دلیل موجود ہے کہ شرک اصغر کبیرہ گناہوں سے زیادہ سنگین اور خطرناک ہے۔
* اللہ تعالی کی قسم جن مشہور حروفِ قسم کے ذریعہ (عربی میں) لی جاتی ہے، وہ ہیں: واو ، با اور تا (جیسے: واللہ ' باللہ ' تاللہ)۔
* غیر اللہ کی قسم اگر اس نوعیت کی ہو کہ اس میں جس کی قسم کھائی جارہی ہو، اس کی تعظیم مقصود نہ ہو، بلکہ ایسا جملہ ہو جو کثرت استعمال کی وجہ سے زبان زد عام ہو گیا ہو جیسے باپ کی قسم کھانا، عزت وشرف کی قسم کھانا، امانت کی قسم کھانا یا (مونچھوں کی قسم کھانا)۔ اس نوعیت کی قسم شرک اصغر کے حکم میں ہے۔
* جس کی قسم کھائی جارہی ہو، اگر قسم کے اندر اس کی تعظیم داخل ہو، جیسا کہ قبر پرست حضرات کرتے ہیں کہ جب ان سے اللہ کی قسم طلب کی جاتی ہے تو اس میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتے، خواہ قسم جھوٹی ہو یا سچی، جب کہ اگر ان سے شیخ (پیر وبزرگ) کی قسم یا ان کی قبر یا ان کی زندگی کی قسم طلب کی جائے تو وہ ان کی جھوٹی قسم نہیں کھاتے... تو بے شک ایسا کرنا شرک اکبر ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک (وہ

پیر و بزرگ) جن کی قسم کھائی جارہی ہو ، اللہ سے زیادہ عظیم و جلیل ہے اور ان کا خوف (ان کے دل میں) اللہ کے خوف سے بڑھ کر ہے۔

* یہ بھی غیر اللہ کی قسم میں شامل ہے کہ: نبی ﷺ کی قسم کھائی جائے، مثال کے طور پر یوں کہے کہ: نبی کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا...
* یہی حکم نبی ﷺ کی زندگی کی قسم کھانے کا بھی ہے، مثلا یوں کہے کہ: نبی کی زندگی کی قسم.... قسم کی یہ تمام شکلیں حرام اور ناجائز ہیں، بلکہ یہ شرک ہے۔
* اسی طرح کسی انسان کی زندگی کی قسم کھانا، جیسے یوں کہنا کہ: میری زندگی کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا۔
* یا ماں کی عزت و حرمت کی قسم کھانا، جیسے یوں کہنا کہ: میری ماں کی عزت و حرمت کی قسم۔
* اسی طرح کعبہ کی قسم کھانا، جیسے یوں کہنا کہ: کعبہ کی قسم ایسا اور ویسا....
* واجب ہے کہ (اگر قسم کھانا ہی ہو تو) یہ کہے: کعبہ کے رب کی قسم۔
* اپنے سر کی قسم کھانا بھی ناجائز ہے، جیسے یوں کہے کہ: میرے سر کی قسم ایسا کچھ نہیں ہوا۔

موحد کو شرک کی ہر چھوٹی بڑی شکل و نوعیت سے اپنا دامن پاک رکھنا چاہئے۔

الحمد للہ انیسواں درس ختم ہوا۔

(۲۰)

اسلام میں بدشگونی کا حکم

* چونکہ بدشگونی مشرکوں کے عقائد میں سے تھا، جیسا کہ اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَإِذَا جَآءَتۡهُمُ ٱلۡحَسَنَةُ قَالُواْ لَنَا هَٰذِهِۦۖ وَإِن تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٞ يَطَّيَّرُواْ بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُۥٓۗ أَلَآ إِنَّمَا طَٰٓئِرُهُمۡ عِندَ ٱللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ ١٣١﴾ [سورة الأعراف: ١٣١].

ترجمہ: جب ان پر خوشحالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہیئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔ یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

* اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ نحوست و بدشگونی شرک کا ایک دروازہ ہے، آپ نے فرمایا: " بدشگونی شرک ہے ، بدشگونی شرک ہے "(۱۹)۔

* بدشگونی یہ ہے کہ چند (مخصوص پرندوں کے گزرنے یا اڑنے سے) بدفالی لی جائے، یہ اسم بدشگونی کے لئے اس لئے عام ہو گیا کہ عرب چند پرندوں سے بدفالی لیا کرتے تھے، جیسے الو اور کوا۔

---

(۱۹) اس حدیث کو ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

* عرب اپنے زمانہ جاہلیت میں جب کسی اہم کام جیسے لڑائی وغیرہ کا ارادہ کرتے تو پرندوں کے جھنڈ کے پاس جاتے اور پرندوں کو اڑاتے، جب پرندے دائیں طرف اڑتے تو اس عمل کو بابرکت سمجھتے، اور اگر بائیں طرف اڑتے تو اس عمل کو باعث نحوست مانتے۔

* اسلام کا ظہور ہوا تو اس نے بدشگونی کو باطل قرار دیا، اور نبی ﷺ نے یہ خبر دی کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا حقیقت امر سے کوئی واسطہ نہیں، جیسا کہ معاویہ بن الحکم کی حدیث میں آیا ہے، انہوں نے (رسول اللہ ﷺ سے) کہا کہ: "ہم میں سے بعض لوگ بدشگونی لیتے ہیں؟! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ان کے دلوں کا وہم ہے، یہ انہیں ان کے کاموں سے نہ روکے"۔

* نبی ﷺ نے بھی بدشگونی کی نفی فرمائی ہے، آپ نے فرمایا: "نہ کسی کو کسی کی بیماری لگتی ہے، نہ بدشگونی کی کوئی حقیقت ہے، نہ کسی کی کھوپڑی سے الّو کی شکل نکلتی ہے اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہے"[٢٠]۔

* ہر وہ چیز جس سے لوگ بدشگونی لیتے ہیں وہ سب اللہ تعالی کی تخلیق کردہ ہیں، وہ خیر وشر کی ذرا بھی ملکیت نہیں رکھتے، اور نہ ہی نحوست اور خوش بختی ان کے ہاتھ میں ہیں...

(٢٠) متفق علیہ

* کچھ لوگ چند پرندوں سے بدشگونی لیتے ہیں جیسے الو اور کوا، جب اس طرح کا کوئی پرندہ ان کے گھر پر آبیٹھے تو وہ کہتے ہیں کہ: اس نے میری بربادی کی خبر لائی..
* جب کہ بعض لوگ کچھ اوقات اور زمانے سے بھی بدشگونی لیتے ہیں، جیسے ماہ صفر (کی نحوست کا عقیدہ رکھتے)، نکاح کے لئے شوال (کو منحوس گردانتے)، اور ہفتہ میں بدھ کے دن کو منحوس سمجھتے ہیں۔
* جب کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو چند نمبرات سے بدشگونی لیتے ہیں، جیسے روافض کے نزدیک انیس یا دس (منحوس ارقام ہیں)۔
* کچھ لوگ کانے اور لنگڑے جیسے اپاہج انسانوں سے بھی بدشگونی لیتے ہیں۔
* بدشگونی کے اور بھی بہت سے ذرائع ہیں، جو وقت اور معاشرہ کے حساب سے مختلف ہوتے ہیں۔
* جو شخص اللہ پر توکل کرے اور یاد رکھے کہ خیر وشر اللہ تعالی ہی کے ہاتھ میں ہیں، تو ایسا شخص اپنے دل میں بدشگونی کا وہم وخیال بھی نہیں آنے دیتا، چہ جائے کہ بد شگونی گھر جما سکے۔
* جو شخص بدشگونی کے اس خیال کو بے لگام کر دیتا اور اس پر توجہ مرکوز رکھتا ہے تو وہ اس کے اندر اتنی جلدی بس جاتا ہے کہ اتنی جلدی سیلاب کا پانی بھی نشیبی زمین میں نہیں بہتا، پھر ہر اس چیز میں اسے وسوسہ ہونے لگتا ہے جسے وہ سنتا، یا دیکھتا یا کرتا ہے۔
* بدشگونی، اللہ کے تیئں بدگماں ہونا اور مصیبت کی امید رکھنا ہے۔

* اسی لئے نبی ﷺ نے بدشگونی کے بدلے نیک فال کی رہنمائی فرمائی، آپ نے فرمایا:
" چھوت لگنا کوئی چیز نہیں ہے اور بدشگونی (کی کوئی حقیقت) نہیں ہے البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔ صحابی نے عرض کیا: نیک فال کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات منہ سے نکالنا یا کسی سے سن لینا"۔

* علماء لکھتے ہیں کہ: نبی ﷺ کو نیک فال اس لئے پسند تھی کہ بدشگونی، اللہ کے تئیں بغیر کسی حقیقی سبب کے بدگمانی پالنا ہے، جب کہ نیک فال، اللہ کے تئیں خوش گمانی رکھنا ہے۔

* حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: (نبی اکرم ﷺ کو یہ سننا اچھا لگتا تھا کہ جب کسی ضرورت سے نکلیں تو کوئی یا راشد -راہ یاب- یا نجیح -کامیاب- کہے) [۲۱]۔

یہ وہ نیک شگون ہے جسے انسان سننا پسند کرتا ہے۔

* جب انسان اپنے دل میں کوئی ناگوار بدشگونی محسوس کرے تو یہ دعا پڑھے:
اللهم لا يأتي بالحسناتِ إلا أنت ولا يدفعُ السيئاتِ إلا أنت ولا حول ولا قوة إلا بك

ترجمہ: اے اللہ! تیرے سوا کوئی بھلائی نہیں پہنچا سکتا اور سوائے تیرے کوئی برائیوں کو روک بھی نہیں سکتا اور برائی سے باز رہنے اور نیکی کے کام کرنے کی طاقت و قوت صرف تیری توفیق ہی سے ملتی ہے۔

(۲۱) اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

* امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ: (جس کو بدشگونی نے اپنے ارادے سے روک دیا، اس نے شرک کیا، صحابہ نے عرض کیا: اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہنا کہ: "اللهم لا خيرَ إلا خيرُك ولا طيرَ إلا طيرُك ولا إله غيرُك"

ترجمہ: اے اللہ! تیری بھلائی کے سوا کوئی اور بھلائی نہیں، تیرے فال کے سوا کسی اور کی فال (اثر انگیز) نہیں اور تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔

الحمد للہ بیسواں درس ختم ہوا۔

(۲۱)

دین یا سنت کے استہزاء کرنے کا حکم

* اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ ورسول اور دین اسلام پر ایمان لانا اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے دین وشریعت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا مذاق اڑانا اور استہزاء کرنا یکجا نہیں ہوسکتے۔

* اللہ تعالی نے دین کو ہنسی کھیل بنانے سے منع فرمایا ہے، فرمان باری ہے: ﴿وَلَا تَتَّخِذُوٓاْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ هُزُوًا﴾ [سورة البقرة: ٢٣١]. ترجمہ: تم اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ بناؤ۔

* یہی وجہ ہے کہ اللہ نے محمد ﷺ اور صحابہ کرام کا مذاق اڑانے والوں پر یہ حکم نافذ فرمایا کہ: ﴿قُلْ أَبِٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ﴾ [سورة التوبة:٦٥-٦٦].

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہوگئے۔

* اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ چند منافقین غزوہ تبوک کے موقع پر آپس میں یہ گفتگو کرنے لگے کہ: ہم نے اپنے ان قاریوں کی طرح شکم پرست، دروغ گو اور دشمن کے روبرو بزدلی کرنے والے نہیں دیکھے.. اس سے ان کی مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے قراء صحابہ تھے، اسی مناسبت سے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

* اللہ اور دین کا استہزاء کرنا ایک ایسا جرم ہے جس میں سنجیدہ و غیر سنجیدہ دونوں برابر ہیں، کیوں کہ استہزاء کرنے والے معذرت پیش کرتے ہوئے کہتے تھے کہ: ﴿إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾ [سورة التوبة:٦٥].

ترجمہ: ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے۔یعنی ہم سنجیدہ نہیں تھے۔ اس کے باوجود اللہ تعالی نے ان کی معذرت قبول نہیں کی۔

* یہ بھی (دین کا) استہزاء ہے کہ: کوئی یہ دعوی کرے کہ شریعت اسلامیہ اس دور میں نافذ کئے جانے اور روبہ عمل لانے کے لائق نہیں ہے، ایسا کہنے والا اپنے دل میں اللہ تعالی کی شریعت کو حقیر اور کمتر جانتا ہے۔
* یہ بھی دین کا استہزاء ہے کہ: داڑھی رکھنے جیسی سنت نبوی ﷺ کا مذاق اڑایا جائے، یا اسے کاروباری ارتقاء اور صنعتی عروج کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جائے۔
* یہ بھی دین کا استہزاء ہے کہ: ٹخنہ سے اوپر ازار رکھنے جیسی سنت نبوی ﷺ کا مذاق اڑایا جائے اور اسے تشدد اور خشک مزاجی وغیرہ شمار کیا جائے۔
* یہ بھی دین کا استہزاء ہے کہ: اسلامی خاتون کے حجاب کا مذاق اڑایا جائے، حجاب کو آزادی کے منافی، کاروبار اور تخلیق کی راہ میں رکاوٹ بتایا جائے اور اسے دقیانوسیت اور پسماندگی باور کرایا جائے، اور اسی طرح کی دیگر پر فریب اور بے بنیاد نعرے اور پھبتیاں کسی جائیں۔

* یہ بھی دین کا استہزاء ہے کہ: علماء اور مصلح حضرات کا مذاق اڑایا جائے، کارٹونی تصاویر بنا کر ان کی تحقیر کی جائے جس سے ان کی شخصیت مضحکہ خیز اور قبیح شکل میں ظاہر ہو۔

* انبیاء اور مصلحین کا مذاق اڑانا قدیم زمانے سے دشمنان رسل کا شیوہ رہا ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿ وَلَقَدِ ٱسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِٱلَّذِينَ سَخِرُوا۟ مِنْهُم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٤١﴾ ﴾ [سورة الأنبياء: ٤١].

ترجمہ: اور تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا گیا پس ہنسی کرنے والوں کو ہی اس چیز نے گھیر لیا جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔

* نیز فرمان باری تعالی ہے:﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ أَجْرَمُوا۟ كَانُوا۟ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّوا۟ بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾ ﴾ [سورة المطففين: ۲۹-۳۰].

ترجمہ: گنہگار لوگ ایمان والوں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے اور ان کے پاس سے گزرتے ہوئے آپس میں آنکھ کے اشارے کرتے تھے۔

* جب حقائق سامنے آجائیں گے، جنتی جنت میں اور جہنمی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، تب یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کس کا نقصان ہوا اور کون گھاٹے میں رہا، اللہ فرماتا ہے:﴿ ذَٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا۟ وَٱتَّخَذُوٓا۟ ءَايَٰتِى وَرُسُلِى هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ ﴾ [سورة الكهف: ١٠٦].

ترجمہ: حال یہ ہے کہ ان کا بدلہ جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو مذاق میں اڑایا۔

* وہ مسلمان جو اپنے ایمان کے تئیں خائف ہو، اسے چاہئے کہ دین کا ہنسی مذاق بنانے والوں کی مجلس میں نہ بیٹھے اور نہ ایسوں کی صحبت میں رہے، کیوں کہ (کسی گناہ پر) رضامندی ظاہر کرنے والا اس گناہ کے کرنے والے کی طرح ہوتا ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ﴾ [سورۃ الأنعام:٦٨].

ترجمہ: جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔

الحمد للہ اکیسواں درس ختم ہوا۔

(۲۲)

بکثرت قسم کھانے کا بیان

* چونکہ قسم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کے لئے قسم کھائی جارہی ہو، اس کو مؤکد کرنے کے لئے قابل تعظیم ذات کا ذکر کیا جائے جو کہ اللہ کی تعالی کی ذات ہے...اس لئے اللہ تعالی نے کثرت سے اپنی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے تاکہ دلوں میں اللہ تعالی کی عظمت باقی رہے۔

* اللہ فرماتا ہے:﴿وَٱحْفَظُوٓا۟ أَيْمَٰنَكُمْ﴾ [سورة المائدة:۸۹].

ترجمہ:اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ:قسم نہ کھاؤ۔

* زیادہ قسمیں کھانے سے یہ لازم آتا ہے کہ زیادہ قسمیں توڑی بھی جائیں، نیز بکثرت قسم کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی عظمت وکبریائی کا احساس وشعور(اس کے دل میں)کم ہوگیا ہے۔

* ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:"(سامان بیچتے وقت دکاندار کے)قسم کھانے سے سامان تو جلدی بک جاتا ہے لیکن وہ قسم برکت کو مٹا دینے والی ہوتی ہے"۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی قسم سے سامانِ تجارت تو جلدی بک جاتا ہے لیکن یہ جھوٹی قسم کمائی کی برکت کو ختم کردیتی ہے۔

* حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے (قیامت کے دن) اللہ تعالی نہ تو بات کرے گا اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا:

بوڑھا زانی، متکبر فقیر، اور وہ شخص جس نے اللہ تعالی کو اپنی تجارت کا سامان سمجھا ہوا ہے کہ اس کی قسم سے ہی خریدتا ہے اور اس کی قسم ہی سے بیچتا ہے"[۲۲]۔

* ایسے لوگوں کے بارے میں یہ شدید وعید آئی ہے، ان میں سے وہ شخص بھی ہے جو اللہ کی قسم کو اپنی عادت بنالیتا ہے اور ہمہ وقت اس کی زبان پر قسم ہی کے کلمات ہوتے ہیں خواہ خرید رہا ہو یا بیچ رہا ہو۔ جب بھی کوئی چیز خریدنا یا بیچنا چاہتا ہے تو قسم کا سہارا لیتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس بندہ کے اندر توحید کمزور پڑ گئی ہے اور جو کمزوری دل میں گھر بناتی ہے اس کا اثر زبان پر ظاہر ہوتا ہے۔
* ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ: ہمیں بچپن میں گواہی دینے اور قسم کھانے پر مارا جاتا تھا۔
* یعنی اسلاف اپنے بچوں کو بچپن میں یہ تربیت دیتے تھے کہ وہ گواہی نہ دیا کریں اور قسم نہ اٹھایا کریں۔ تاکہ ان کے دلوں میں اللہ تعالی کی عظمت رچی بسی رہے اور وہ قسم کے معاملہ میں سہولت پسندی اور لاپرواہی کے شکار نہ ہوں۔

---

(۲۲) اس حدیث کو امام طبرانی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

* کثرت سے طلاق کی قسم کھانا بھی اسی ضمن میں آتا ہے، جب بھی کوئی کام کرنا چاہے تو طلاق کی قسم اٹھالے، یہ اللہ کے حدود اور اس کی آیتوں کے ساتھ کھلواڑ ہے۔

* اللہ تعالی نے طلاق کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ وَلَا تَتَّخِذُوٓاْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ هُزُوٗاۚ ﴾ [سورة البقرة: ٢٣١]. ترجمہ: اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ۔

* اللہ کی آیتوں سے مراد اللہ کے اوامر اور نواہی ہیں۔

الحمد للہ بائیسواں درس مکمل ہوا۔

(۲۳)

اسلام میں علم نجوم کا حکم

علم نجوم:

* علم نجوم کے معنی یہ ہیں کہ: اجرام فلکیہ کے احوال کے ذریعہ زمینی حوادث کا پتہ لگایا جائے۔

علم نجوم کی تین قسمیں ہیں:

* پہلی قسم: جو مسلمانوں کے اجماع کے مطابق کفر ہے، وہ یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ عالم سفلی (اس کائنات) میں جتنی بھی موجودات ہیں وہ سب کواکب کی تاثیر سے مرکب ہیں، اور یہ کہ کواکب اپنے اختیار سے حرکت کرتے ہیں، علم نجوم کا عقیدہ رکھنے والے فرقہ صابئہ کا یہی مذہب ہے جس کی طرف ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا۔
* دوسری قسم: کواکب کی گردش، ان کے یکجا اور منتشر ہونے جیسے حرکات سے زمینی حوادث پر استدلال کرنا، ایسا کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ: یہ اللہ کی تقدیر اور مشیت سے ہی ہوتا ہے، لیکن اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں، کیوں کہ اللہ تعالی نے ان مخلوقات کو زمینی حوادث کا سبب نہیں بنایا ہے۔
* شمس وقمر کے منازل کا علم حاصل کرنا تاکہ قبلہ، نماز کے اوقات اور موسم وغیرہ کا پتہ چلایا جاسکے۔
* اس قسم کو بعض علماء نے مکروہ کہا ہے تاکہ ان جیسے علوم میں حد سے آگے نہ بڑھا جائے ...جب کہ احمد اور اسحاق جیسے بعض علماء نے اس قسم کی رخصت بھی دی ہے۔

* قتادہ کہتے ہیں کہ: اللہ نے ان نجوم کو تین مقاصد کے لئے پیدا فرمایا ہے: آسمان کی زینت، شیطانوں کو مارنے اور راہ یابی کے لئے بطور علامت، جس نے اس کے علاوہ کوئی اور مقصد بتایا اس نے غلطی کی، اپنا حصہ گنوا دیا اور ایسی چیز کی زحمت کی جس کا اسے علم نہیں۔

* اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا ٱلسَّمَآءَ ٱلدُّنْيَا بِمَصَٰبِيحَ وَجَعَلْنَٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيَٰطِينِ﴾ [سورة الملك: ٥].

ترجمہ: بیشک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا۔

* نیز فرمایا: ﴿وَعَلَٰمَٰتٍ ۚ وَبِٱلنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾﴾ [سورة النحل: ١٦].

ترجمہ: اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں۔ اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔

وہ علم نجوم جو حرام ہے:

* برجوں کی تعلیم حاصل کرنا اور یہ دعوی کرنا کہ وہ تقدیر، قسمت کے ستارہ اور برجوں میں رونما ہونے والی (تبدیلی اور تاثیر) کی معرفت رکھتا ہے، یہ ایک عام منکر ہے...

* غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

* اللہ فرماتا ہے: ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾﴾ [سورة النمل: ٦٥].

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔

* نیز فرمایا: ﴿عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ٱرْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُۥ يَسْلُكُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِۦ رَصَدًا ﴿٢٧﴾﴾ [سورة الجن: ٢٦-٢٧].

ترجمہ: وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرلے لیکن اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے۔

یعنی اللہ اپنے رسولوں کو غیب کے بعض علم سے مطلع کرتا ہے جیسا کہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن اور اس میں موجود غیبیات سے آگاہ فرمایا، جب اپنے رسول پر وحی نازل کرنا چاہتا ہے تو ان کے ساتھ کچھ فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو شیطان سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔

* یہ بھی حرام علم نجوم میں سے ہے کہ: ہتھیلی، پیالہ اور ریت کی لکیروں پر (منتر) پڑھا جائے۔
* یہ سب علم غیب کا دعوی کرنا ہے، ایسا کرنے والا شیطان کے ساتھ ساز باز کرتا ہے۔
* اس لئے بندہ مسلم پر یہ حرام ہے کہ وہ ان سے کچھ پوچھے، بلکہ صرف ان کے پاس جانا بھی حرام ہے، اگرچہ ان کی تصدیق نہ کرے۔
* نبی ﷺ نے فرمایا جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: "جس نے علم نجوم کا کوئی حصہ اخذ کیا تو اس نے اتنا ہی جادو اخذ کیا، وہ جتنا اضافہ کرے گا اتنا ہی اضافہ ہو گا"[۲۳]۔
* معلوم ہوا کہ علم نجوم اور جادو کے درمیان یہ ربط ہے کہ دونوں کے اندر علم غیب کا دعوی کرنا اور شیطان سے ساز باز رکھنا پایا جاتا ہے۔

الحمد للہ تئیسواں درس ختم ہوا۔

(۲۳) اس حدیث کو امام ابو داود نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

(۲۴)

نُشرہ اور اس کا حکم

نُشرہ کی تعریف:

جس شخص پر جادو کیا گیا ہو، اس سے جادو کو ختم کرنے کا نام نشرہ ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

۱- جادو کا علاج اسی کے ہم مثل جادو سے کرنا۔

۲- رقیہ (جھاڑ پھونک) اور شرعی اذکار وادعیہ کے ذریعہ اس کا علاج کرنا۔

* پہلی قسم حرام ہے اس لئے کہ وہ شیطان کا عمل ہے۔
* حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ نشرہ (جادو کے ذریعہ جادو کا علاج کرنا) کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ شیطانی عمل ہے"[۲۴]۔
* حدیث میں وارد نشرہ سے مراد وہ نشرہ ہے جو اس زمانے میں مشہور تھی اور جسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے، (آپ نے بتایا کہ) اس قسم کا نشرہ شیطان کا عمل ہے۔
* جادو کی (گرہ) جادوگر ہی کھول سکتا ہے، جادوگروں کے پاس جانا اور ان سے سوال کرنا حرام ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص کاہن کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کی گئی (شریعت) کا انکار کیا"۔

---

(۲۴) اسے امام احمد نے جید سند سے روایت کیا ہے۔

* اس کی حرمت کی وجہ یہ بھی ہے کہ جادوگر اسی وقت جادو کا علاج کر سکتا ہے جب شیطان کے ساتھ ساز باز کر کے اس کا تعاون حاصل کرے۔ چنانچہ جس نے اس سے جادو کا علاج طلب کیا اس نے کفر پر اس کی مدد کی۔

* دوسری قسم یہ ہے کہ: شرعی رقیہ (جھاڑ پھونک) کے ذریعہ جادو کا علاج کیا جائے، جو کہ اسماء الہی، کلام الہی اور نبی ﷺ سے وارد شرعی اذکار و ادعیہ پر مشتمل ہو۔

* نشرہ کی یہ قسم جائز ہے، رسول اللہ ﷺ سے رقیہ (جھاڑ پھونک) کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "تم اپنا منتر میرے اوپر پیش کرو۔ جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ شرک نہ ہو "۔

وہ رقیہ (جھاڑ پھونک) جو اذن الہی سے جادو کو بے اثر کر دیتا ہے:

۱) سورۃ بقرۃ کی تلاوت کرنا، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "سورۃ البقرۃ کو لینا برکت ہے، اس کو چھوڑنا حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے"۔

۲) آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کی تلاوت کرنا۔

۳) جادو والی آیتوں اور معوذات پڑھ کر دم کرنا۔

جب آپ ﷺ پر جادو کیا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے معوذات پڑھ کر ہی نبی ﷺ کو دم کیا۔

۴) اس سلسلہ میں ایک معاون طریقہ یہ بھی ہے کہ جادو کی تلاش کی جائے اور اسے بے اثر بنانے کی کوشش کی جائے۔

۵) جادو اور جادوگر کا پتہ لگانے کے لئے ایک معاون راستہ یہ ہے کہ اللہ تعالی سے دعا کی جائے، نبی ﷺ نے اللہ تعالی سے مسلسل دعا کی یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو جادو سے باخبر فرمایا، جیسا

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: "ایک دن یا (راوی نے بیان کیا کہ) ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف رکھتے تھے اور مسلسل دعا کر رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! تمہیں معلوم ہے اللہ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا، اس نے اس کا جواب مجھے دے دیا"۔

جن چیزوں کے ذریعہ اللہ مومنوں کو جادو سے محفوظ رکھتا ہے:

۱) قرآن کی تلاوت بطور خاص سورۃ البقرۃ کی تلاوت۔

۲) صبح وشام کی دعاؤں کی پابندی۔

۳) صبح کے وقت (نہار منہ) سات عدد کھجور کھانا، اگر مدینہ کا عجوہ ہو تو افضل ہے۔

۴) صبح وشام سو مرتبہ یہ دعا پڑھنا: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير.

جادوگر کی علامتیں:

جادوگر اور شرعی جھاڑ پھونک کرنے والے راقی کے درمیان فرق جاننے کے لئے ان علامتوں کا جاننا ضروری ہے جن سے جادوگر کی پہچان ہوتی ہے، چند علامتیں یہ ہیں:

* جادوگر اپنے سلوک وبرتاؤ اور شکل وشباہت میں فاسق ہوتا ہے۔
* وہ اپنے چہرہ مہرہ، لباس وپوشاک اور رہن سہن میں غلیظ وناپاک ہوتا ہے۔
* وہ جس پر جادو ہوا ہو، اس کا کوئی اثر اور رمز طلب کرتا ہے جیسے اس کے داخلی لباس یا عمامہ یا ٹوپی وغیرہ۔
* وہ مریض کو یہ حکم دیتا ہے کہ متعینہ اوصاف کے حامل جیسے خالص سیاہ جانور یا پرندہ کو متعینہ مقام پر غروب شمس کے بعد ذبح کرے، جو کہ شیاطین کے منتشر ہونے کا وقت ہے، (یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ) ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ کہے۔

* جادوگر کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اس طرح گنگنا کر منتر پڑھتا ہے کہ مریض اس کی بات سمجھ بھی نہیں پاتا، اس طرح وہ شیطان کی مدد حاصل کرتا ہے، بسا اوقات مریض کو ایسا منتر لکھ کر دیتا ہے جس میں ناقابل فہم عبارتیں لکھی ہوتی ہیں ، کبھی کبھار اس میں قرآن کی کوئی آیت بھی لکھ دیتا ہے تاکہ لوگوں کو دکھا کر (ان کا اعتماد حاصل کرسکے)۔
* مومن کو جادوگروں سے ہوشیار رہنا چاہئے اور ان کے پاس جانے سے گریز کرنا چاہئے، اللہ ہی سے عافیت اور سلامتی کی التجا اور دعا کرنی چاہئے۔

فائدہ:

(اس مسئلہ پر تفصیلی معلومات کے لئے):

* رجوع کریں: ابن القیم کی کتاب زاد المعاد، فصل فی ھدیہ ﷺ فی علاج السحر۔
* شیخ عبد السلام بالی کی کتاب الصارم البتار۔

الحمد للہ چوبیسواں درس ختم ہوا۔

❁ ❁ ❁

(۲۵)

کفار کی مشابہت اختیار کرنے کا حکم اور اس کے اقسام

مشابہت اختیار کرنے کا معنی یہ ہے کہ:

* مشابہت اختیار کرنے والا عقائد و اعمال اور لباس و پوشاک وغیرہ میں وہی طرز اختیار کرے جو اس کا آئیڈیل کر رہا ہو۔

* اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَـٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم بَعْدَ ٱلَّذِى جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٢٠﴾﴾ [سورة البقرة:١٢٠].

ترجمہ: آپ سے یہود و نصاریٰ ہر گز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے، پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔

* ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: اس آیت میں امت کو اس بات پر دھمکی اور وعید سنائی گئی ہے کہ وہ قرآن و سنت سے آشنا ہونے کے بعد بھی یہود و نصاری کے طریقوں کی پیروی کریں، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

* اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُوا۟ وَٱخْتَلَفُوا۟ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْبَيِّنَـٰتُ ۚ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾﴾ [سورة آل عمران:١٠٥].

ترجمہ: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

* اس سے مراد یہود و نصاری ہیں، ہمیں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

* عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انہیں میں سے ہے"(٢٥)۔

* شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: یہ حدیث کم از کم اس بات کی متقاضی ہے کہ ان (یہود ونصاری) کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔

* عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے غیروں سے مشابہت اختیار کرے، نہ یہود کی مشابہت کرو اور نہ نصاریٰ کی، یہودیوں کا سلام انگلیوں کا اشارہ ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کا اشارہ ہے"(٢٦)۔

* اس تعلق سے دلائل اتنی زیادہ ہیں کہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: اس شرعی حکم کی دلیلیں سو سے زائد ہیں۔

کافروں کی مشابہت (کا حکم لگانے) کے اصول ضوابط:

* ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "مشابہت (کا اندازہ لگانے کے لئے) معیار و پیمانہ یہ ہے کہ مشابہت اختیار کرنے والا ایسا کام کرے جو اس کے آئیڈیل کے ساتھ خاص ہو، چنانچہ کافروں کی مشابہت اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ مسلم کوئی ایسا کام کرے جو کافروں کے خصائص میں سے ہو، البتہ جو چیز مسلمانوں کے درمیان عام ہو جائے اور وہ کافروں کے لئے مابہ الامتیاز شئے نہ رہ جائے تو اسے برتنا مشابہت نہیں کہلائے گا"۔

(٢٥) اس حدیث کو امام ابو داود نے روایت کیا ہے۔

(٢٦) اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

کافروں کی مشابہت اختیار کرنے کی شکل وصورت:

* **پہلی شکل**: دینی معاملات میں ان کی مشابہت اختیار کرنا جیسے عقائد ، عبادات اور عید۔یہ مشابہت مطلقاً ممنوع ہے۔
* **دوسری شکل**: عادات واطوار میں ان کی مشابہت اختیار کرنا جیسے لباس وپوشاک وغیرہ، اگر کوئی ایسی عادت یارسم ہو جو صرف ان کے لئے خاص ہو اور مسلمان اس سے دور رہتے ہوں تو اس عادت اور رسم میں ان کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہو گا، البتہ اگر ان کے لئے خاص نہ ہو تو ایسا کرنا حرام مشابہت میں شمار نہیں ہو گا۔
* **تیسری شکل**: دنیوی امور میں ان کی مشابہت اختیار کرنا، جیسے ادارتی نظم ونسق، فوجی منصوبہ بندی اور وہ قوانین جو اسلامی شریعت کے منافی نہ ہوں، ان چیزوں میں مشابہت اختیار کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔

غیروں کی مشابہت اختیار کرنے کے نقصانات:

* ظاہری امور میں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے عقیدہ اور اخلاق جیسے باطنی امور میں بھی مشابہت پیدا ہوتی ہے۔
* حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لباس وپوشاک میں مشابہت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اخلاق واطوار میں بھی مشابہت پائی جاتی ہو۔
* ان کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ شخصیت کی کمزوری، نفسیاتی شکست اور ان کے طرز زندگی سے مبہوت ہونا ہے۔
* اسی لئے اللہ نے ہمیں اپنے رسولوں -علیہم الصلاۃ والسلام- کی پیروی کرنے کی رہنمائی فرمائی ہے کیوں کہ اللہ نے انہیں ایسے صفات سے آراستہ کیا تھا جن کی وجہ سے وہ لائق اقتداء بنے۔
* ابن خلدون کہتے ہیں کہ: آپ دیکھیں گے کہ مغلوب قوم لباس وپوشاک، سواری اور ہتھیار کے سلسلے میں ہمیشہ غالب قوم کی مشابہت اختیار کرتی ہے...

* کافروں کی مشابہت اختیار کرنا در اصل دنیا سے اسلامی شناخت کو مٹانے اور اسے ملیامیٹ کرنے کی طرف ایک قدم ہے، اللہ سے ہم عافیت کی دعا کرتے ہیں۔
* ان کے دینی شعائر میں ان کی مشابہت اختیار کرنا ایسے ہی ہے جیسے ان کے باطل و بے بنیاد دین کی موافقت وہمنوائی کرنا۔

الحمدللہ پچیسواں درس ختم ہوا۔

(۲۶)

قبروں کی زیارت کا حکم اور اس کے اقسام

* نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: " میں نے تم کو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے۔اب ان کی زیارت کرو کیوں کہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے"۔

قبروں کی زیارت کی تین قسمیں ہیں:

* **پہلی قسم**: شرعی زیارت، جس کا مقصد آخرت کی یاد تازہ کرنا اور مردوں کو لئے دعا کرنا ہوتا ہے۔
* یہ مستحب ہے کہ جب قبروں کی زیارت کرے تو یہ دعا پڑھے اور مُردوں کے لئے دعا کرے:[السّلامُ عليكم دارَ قومٍ مؤمنينَ وإنّا إن شاء اللّٰہ بكم لاحقون يغفـــرُ اللّٰہ لناولكم]یعنی: سلامتی ہو تم پر اے مؤمنوں کی قوم اور ہم بھی ان شاءاللہ آپ لوگوں سے ملنے والے ہیں۔اللہ ہماری اور آپ کی مغفرت فرمائے۔
* **دوسری قسم**:شرکیہ زیارت جس کا مقصد مُردوں کو پکارنا،ان سے استغاثہ اور ان کی روحوں سے مدد طلب کرنا،یاان کے نام پر ذبح کرنا،یانذرماننایا قبروں کا طواف کرناہوتاہے۔یہ شرک اکبر ہے،اللہ سے ہم سلامتی کے خواستگوار ہیں۔
* **تیسری قسم**: قبروں کی زیارت اس غرض سے کی جائے کہ وہاں پر قرآن خوانی کی جائے،یا نماز پڑھی جائے،یااللہ کے نام پر ذبح کیاجائے،یامیت کی روح پر فاتحہ خوانی کی جائے، ایسی زیارت بدعت و حرام اور شرک کے وسائل میں سے ہے۔
* **اسی ضمن میں یہ بھی آتاہے کہ قبروں کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھاجائے۔اس سے منع کیاگیاہے،رخت سفر باندھنے کامطلب یہ ہے کہ کسی خاص قبر کی زیارت کی غرض سے سفر کیاجائے،خواہ وہ نبی ﷺ کی قبر ہو،یاکسی اور آل بیت،اولیاءاور صالحین کی۔**

* **اس ممانعت کی وجہ نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے:** "(ثواب کی نیت سے) صرف تین مسجدوں کے لیے سفر کیا جائے: ایک مسجد الحرام، دوسری مسجد اقصی (بیت المقدس) ، اور تیسری میری یہ مسجد (مسجد نبوی)"۔
* اگر نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا چاہے تو یہ زیارت مسجد نبوی کی زیارت میں داخل ہو گی، لیکن صرف آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا درست نہیں، تاہم یہ زیارت مسجد نبوی کی زیات میں شامل ہو گی۔
* (جب مسجد نبوی کی زیارت کے لئے آئے) تو مسجد میں نماز ادا کرنے کے بعد نبی ﷺ اور آپ کے دونوں رفقاء (ابو بکر و عمر) پر سلام پیش کرنے کے لئے ان کی قبر کے پاس جائے۔
* بار بار نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا مستحب اور مشروع نہیں ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "میری قبر کو میلا نہ بناؤ (کہ سب لوگ وہاں اکٹھا ہوں)، اور میرے اوپر درود بھیجا کرو کیونکہ تم جہاں بھی رہو گے تمہارا درود مجھے پہنچایا جائے گا"۔
* حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی انسان نبی ﷺ پر درور پڑھنا چاہے تو کوئی ضروری نہیں کہ آپ کی قبر کے پاس جاکر قریب سے ہی درود پڑھے ، کیوں کہ بندہ جہاں کہیں سے بھی درود پڑھے ، اسے نبی ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔
* اس موضوع پر مزید تفصیلات جاننے کے لئے رجوع کیجئے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب: زیارۃ القبور والاستنجاد بالمقبور۔

الحمد للہ چھبیسواں درس ختم ہوا۔

(٢٧)

محمد صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين ہيں

میرے اسلامی بھائی! آپ یہ جان لیجئے کہ:

* محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا تقاضہ ہے کہ اس بات پر بھی ایمان لایا جائے کہ: آپ ﷺ نبیوں کے (سلسلہ کو) ختم کرنے والے ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔

* اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَـٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ [سورة الأحزاب: ٤٠].

ترجمہ: (لوگو) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد ﷺ نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے (سلسلہ کو) ختم کرنے والے۔

* نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "...میں وہ عاقب (اخیر میں آنے والا) ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا"(٢٧)۔

* آپ ﷺ فرماتے ہیں: "میری امت میں عنقریب تیس جھوٹے (دعویدار) نکلیں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی (دوسرا) نبی نہیں ہو گا"(٢٨)۔

* نیز آپ کا فرمان ہے: "مجھ کو چھ باتوں کی وجہ سے اور پیغمبروں پر فضیلت دی گئی...(ان میں سے ایک یہ ہے کہ) میرے اوپر نبوت ختم کی گئی"(٢٩)۔

---

(٢٧) متفق علیہ

(٢٨) اس حدیث کو امام ترمذی اور امام ابو داود نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم کے اندر ہے۔

(٢٩) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت ہے۔

* ان تمام دلائل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین تھے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔
* جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ محمد ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہونے والا ہے، تو اس نے کفر کیا، اس کا ایمان درست نہیں ہے۔
* جس نے محمد ﷺ کی بعثت کے بعد نبوت کا دعوی کیا تو وہ کافر ہے، مثلا مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور مرزا غلام احمد قادیانی جیسے نبوت کے دعویداران۔
* وہ قادیانی فرقہ جس نے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیروی کی، وہ کافر فرقہ ہے، اور اسلام اور مسلمانوں کے دائرہ سے خارج ہے، اس پر دور حاضر کے اہل علم کا اجماع ہے۔
* مذکورہ حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ: "میری امت میں عنقریب تیس جھوٹے (دعویدار) نکلیں گے..."۔
* اس حدیث سے مراد -واللہ اعلم- ایسے نبوت کے دعویداران ہیں جن کے پاس قوت وشوکت اور فوج تھی، ورنہ نبوت کے دعویداران اس سے زیادہ ہیں۔

الحمدللہ ستائیسواں درس ختم ہوا۔

(۲۸)

تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لانا واجب ہے (۱)

تقدیر :

* (اس سے مراد یہ ہے کہ): اللہ تعالی نے اپنے علم سابق کی بنیاد پر اور اپنی حکمت ومصلحت کے تقاضوں کے مطابق پوری کائنات کو مقدر کیا۔

تقدیر کے چار مراتب ہیں:

* پہلا مرتبہ: علم، ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر ایک چیز سے باخبر ہے، اسے ہر اس چیز کا علم ہے جو ماضی میں ہوئی، جو مستقبل میں ہوگی اور جو ہوئی تو نہیں، لیکن اگر ہوتی تو کیسے ہوتی۔

* دوسرا مرتبہ: کتابت، ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں قیامت تک رونما ہونے والی ہر ایک چیز کو تحریر فرمادیا۔

* اللہ فرماتا ہے: ﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِى كِتَٰبٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ۝٧٠﴾ [سورة الحج: ۷۰].

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے۔ یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے۔

* تیسرا مرتبہ: مشیت، ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کا سارا نظام اللہ کی مشیت سے وقوع پذیر ہے، ہر ایک چیز اللہ کی مشیت سے ہی واقع ہوتی ہے، جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا۔

* چوتھا مرتبہ: تخلیق، ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ: ﴿ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَيْءٍۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿٦٢﴾﴾ [سورۃ الزمر: ٦٢].

ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

* ان مراتب کے اندر وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو اللہ کی جانب سے ہوتی ہیں اور وہ چیزیں بھی جو بندوں کی جانب سے ہوتی ہیں۔

الحمد للہ اٹھائیسواں درس ختم ہوا۔

(۲۹)

تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لانا واجب ہے (۲)

* ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ بندے جو کچھ بھی بولتے ہیں، یا جو کام بھی کرتے یا نہیں کرتے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہے، اس کے پاس لکھا ہوا ہے، اور اسے اللہ نے اپنی مشیت سے تخلیق کیا ہے۔

* اللہ فرماتا ہے:﴿لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢٩﴾﴾ [سورۃ التکویر:۲۸-۲۹].

ترجمہ: (بالخصوص) اس کے لئے (نصیحت نامہ ہے) جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔ اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔

* نیز فرمان باری تعالی ہے:﴿وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا ٱقْتَتَلُوا۟ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿٢٥٣﴾﴾ [سورة البقرة:٢٥٣].

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

* مزید اللہ فرماتا ہے:﴿وَٱللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾﴾ [سورة الصافات:٩٦].

ترجمہ: اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو۔

* اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے بندے کو قدرت اور اختیار دیا ہے، جن کی بنیاد پر وہ اپنا کام انجام دیتا ہے۔

* اللہ فرماتا ہے:﴿فَأْتُوا۟ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ﴾ [سورة البقرة:٢٢٣].

ترجمہ: اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ۔

* اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ أَرَادُوا۟ ٱلْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا۟ لَهُۥ عُدَّةً وَلَـٰكِن كَرِهَ ٱللَّهُ ٱنۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ ٱقْعُدُوا۟ مَعَ ٱلْقَـٰعِدِينَ ﴿٤٦﴾﴾ [سورۃ التوبۃ:۴۶].

ترجمہ: اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لئے سامان کی تیاری کر رکھتے۔

* نیز فرمایا: ﴿لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾﴾ [سورۃ المدثر:۳۷].

ترجمہ: اس کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ آگے بڑھے، یا پیچھے ہٹے۔

* اللہ تعالی نے بندہ کو اوامر ونواہی سے خطاب کیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ بندہ کے اندر بھی قدرت، اختیار اور اپنی مشیت ہے۔

* ہمارے رب نے حسن عمل پر محسن کی پذیرائی کی ہے اور عمل بد پر بدکار کی مذمت فرمائی ہے، اگر یہ کام - مجبوری کے بجائے - بندہ کے ارادہ اور اختیار سے واقع نہ ہوتا تو محسن کی تعریف اور بدکار کی سزا بے معنی اور ظلم ہوتی، جب کہ اللہ تعالی ایسے بے معنی کام اور ظلم سے پاک ہے۔

* معلوم ہوا کہ اللہ کی تقدیر و تخلیق اور بندہ کے فعل اور مشیت کے درمیان الحمد للہ کوئی تعارض نہیں ہے۔

اس درس کا باقی حصہ آئندہ سبق میں ملاحظہ کریں، ہر نیک کام کی توفیق اللہ ہی نوازتا ہے۔

الحمد للہ انتیسواں درس ختم ہوا۔

(٣٠)

تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لانا واجب ہے(٣)

* مذکورہ بالا سبق کی تکمیل کے طور پر...

عرض ہے کہ:

* تقدیر، مخلوق کے اندر اللہ کا راز ہے، جس سے نہ تو اللہ نے کسی مقرب فرشتہ کو مطلع فرمایا اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو..
* شریعت ہر انسان کے علم اور دسترس میں ہے، اسے قرآن وحدیث کے اندر آسان اسلوب میں ذکر کیا گیا ہے۔
* اس لئے یہ جائز نہیں کہ گناہ گار شخص اپنے کفر اور گناہ کا سبب قضاء وقدر کو بتائے۔
* کیوں کہ گناہ کرنے والا اپنے اختیار سے گناہ کی پیش رفت کرتا ہے، بغیر یہ جانے ہوئے کہ اللہ نے اس کے لئے یہ گناہ مقدر کیا ہے۔
* کیوں کہ کسی انسان کو اس وقت تک اللہ کے مقدر کردہ فیصلہ کا علم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ مقدر کردہ فیصلہ واقع نہ ہو جائے: ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ [سورة لقمان: ٣٤]. ترجمہ: کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟
* جو شخص کفر یا گناہ کی وجہ تقدیر کو بتلائے تو اسے یہ کہا جانا چاہئے کہ: کتاب وسنت کے علم کی روشنی میں تم کو یہ معلوم ہے کہ کفر اور معاصی حرام ہیں، لیکن گناہ کرنے سے پہلے تم یہ نہیں جانتے کہ یہ گناہ تمہارے لئے مقدر کیا گیا ہے، اگر ایسی بات ہے تو (تم گناہ پر ہی تقدیر کو حجت کیوں بناتے ہو) اطاعت کر کے تقدیر کو اس اطاعت کی وجہ کیوں نہیں بتاتے؟
* یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تقدیر کو دلیل بنانے والا اپنی خواہش کا پیروکار ہوتا ہے۔

📖 جو گناہ گار اپنے گناہ پر تقدیر کو حجت بناتا ہے ، اس سے ہمارا یہ کہنا ہے کہ:

* اگر کوئی شخص تمہیں مارے پیٹے اور تمہارا مال لے کر بھاگ جائے تو کیا تم یہ کہہ کر اسے چھوڑ دوگے کہ یہ تو میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا؟ اور اگر وہ یہ کہے تو تم اس کی دلیل مان لوگے کہ: تقدیر الٰہی سے میں نے تمہیں مارا اور تمہارا مال چھین لیا؟ یا پھر تم غصہ کروگے، اس سے بدلہ لینے اور اپنا مال واپس حاصل کرنے کی کوشش کروگے؟ بے شک انسان پوری کوشش کرے گا کہ ایسے ظالم سے بدلہ لے، اس کی اس کٹ حجتی کو وہ ہرگز قبول نہیں کرے گا کہ اس نے تقدیر کے بموجب ایسا کیا۔
* (جب حقیقت حال یہ ہے تو) بھلا گناہ گار شخص اللہ کی نافرمانی پر تقدیر کو حجت کیوں بناتا ہے، اور اپنے روگی دل کے علاج کی کوشش کیوں نہیں کرتا!؟
* اپنے گناہ کے جواز کے لئے تقدیر کو حجت بنانے والے گناہ گار سے ہم یہ کہتے ہیں کہ: اگر تم کسی ملک کا سفر کرنا چاہو اور وہاں جانے کے دو راستے ہوں، تمہارا دوست بتائے کہ ایک راستہ خوفناک اور دشوار گزار ہے، جب کہ دوسرا پر امن اور آسان ہے، تو تم دوسرے راستے سے جاؤگے، یہ ممکن نہیں کہ تم پہلے راستے سے جاؤ اور کہو کہ میری تقدیر میں یہی تھا، اگر تم نے ایسا کیا تو لوگ تمہیں مجنوں شمار کریں گے۔
* -ذمہ داری سے دامن کش رہنے اور رسولوں کی دعوت کو ٹھکرانے کی غرض سے- شرک پر قائم رہنے کی وجہ تقدیر کو بتانا، مشرکوں کا شیوہ رہا ہے، اللہ تعالی نے ایسے مشرکوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿سَيَقُولُ ٱلَّذِينَ أَشْرَكُوا۟ لَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَآ أَشْرَكْنَا وَلَآ ءَابَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَىْءٍۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن

قَبۡلِهِم حَتَّىٰ ذَاقُواْ بَأۡسَنَاۗ قُلۡ هَلۡ عِندَكُم مِّنۡ عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوهُ لَنَآۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنۡ أَنتُمۡ إِلَّا تَخۡرُصُونَ ﴿١٤٨﴾ [سورة الأنعام:١٤٨].

ترجمہ: مشرکین (یوں) کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ آپ کہیے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔

* اللہ نے یہ واضح کردیا کہ ان مشرکوں کا اپنے شرک کے جواز کے لئے قضاء وقدر کو دلیل بنانا بے بنیاد ہے۔ ان کے پاس خیالی باتوں اور اٹکل کے سوا کوئی دلیل نہیں۔

الحمد للہ تیسواں درس ختم ہوا۔

اس طرح یہ سلسلہ مکمل ہوا، امید ہے کہ ان شاء اللہ ایک دوسرا سلسلہ بھی ہم شروع کریں گے، ہر طرح کے نیک کام کی توفیق اللہ سے ہی ملتی ہے۔

كاتب:
عبد الله بن سليمان آل مهنا
رياض
١٤/٤/١٤٤١ھ
ٹیلیگرام چینل: t.me/AbdullahAlmuhana